یہ سب حکمت میں داخل ہیں

لفظ حکمت اس سے زیادہ وسیع معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ جو معنی عام طور پر سمجھے جاتے ہیں۔حکمت کے اندر اصول محکمہ، براہین حقہ، دلائل انفسی و آفاقی جو انسان کے دل و دماغ اور قوائے ذہنیہ و باطنیہ کی راہبری کرتے ہیں، داخل ہیں،حکمت کے تحت میں وہ جملہ مکارم اخلاق اور محاسن اعمال داخل ہیں جن کی بابت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ومحاسن الاعمال ''میں اس لئے نبی بنایا گیا ہوں کہ اخلاق کی بزرگ ترین باتوں اور اعمال کی نیک ترین صورتوں کی تکمیل کروں۔''

دعوت الی اللہ کے ضمن میں جو مصائب و مشکلات انسان کو لاحق ہوتی ہیں اور جن دشواریوں کا سامنا اسے کرنا پڑتا ہے یہ سب حکمت میں داخل ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خلق عظیم ہی تھا جو خدا کے گروہ عظیم کو گرویدہ و شیفتہ بنا دیتا تھا رسول اعظم کے وہ محاسن اخلاق ہی تھے جو بدترین خلائق کو ائمہ صالحین بن جانے کی طرف کھینچ لے جاتے تھے۔

تبلیغ والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جس قدر چشم پوشی اور عفو اور کرم کی عادت تھی آج اس کے فقدان نے ہمارے وعظوں کو پھیکا اور بے اثر کر دیا ہے۔ منبر وعظ پر کھڑا ہونے کے بعد تمام جہان کو برا بناتا ہے۔ ہر ایک کی عیب چینی کرنا ہمارا شیوہ ہو گیا ہے۔ اور ابھی یہ امید بھی ہے کہ یہ لوگ راہ راست پر آ جائیں گے۔

پیارے مبلغو! سب سے پہلے اپنے دل کو تبلیغ کرو۔ اپنے دل میں بلند حوصلگی پیدا کرو۔ طعن و تشنیع کے سننے کا اسے عادی بناؤ۔ ہر ایک بات کہنے کا موقع مناسب نگاہ میں رکھو!

(از خطبات سلیمان: حضرت العلام قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ ص ۵۷)

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

صلہ رحمی کی فضیلت

عن أبی هريرة رضی الله عنه أنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من سره أن يبسط الله فی رزقه وأن ينسأ له فی اثره فليصل رحمه۔ (صحیح بخاری وشرح ۵۲۸۵ کتاب الطلب باب من یبسط به فی الرزق لصلة الرحم باب رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا رزق میں کشادگی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسے پسند ہے کہ اس کی روزی میں کشادگی ہو اور اس کی عمر لمبی کردی جائے تو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

تشریح: قرآن وحدیث میں متعدد جگہوں پر صلہ رحمی کا ذکر آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کرنے والوں کے لیے خوشخبری دی ہے۔''صلہ'' یہ ایک ایسا لفظ ہے جو اخلاق کریمانہ کی تمام شکلوں کو شامل ہے۔اور لفظ''رحم'' کا اطلاق رشتہ داروں پر ہوتا ہے۔اس طرح مذکورہ عنوان کا مفہوم ہوا کہ اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا،ان کے کام آنا،خندہ پیشانی اور خاکساری سے پیش آنا اور ان کی غلطیوں کو درگذر کرنا وغیرہ۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک صلہ رحمی کا بہت بڑا درجہ اور مقام ہے اور صلہ رحمی کو برتنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآئَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتہ ناطہ توڑنے سے بھی بچو یقینا اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔(سورہ نساء:۱)

وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا (الاسراء:۲۶) اور رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرو۔وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ اور اللہ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں اور وہ حساب کی سختی کا اندیشہ رکھتے ہیں۔(سورہ الرعد۲۱) رشتے ناطے کو مضبوط کرتے ہیں جوڑتے ہیں توڑتے نہیں ہیں من جملہ تمام رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا ضروری ہے اور ان رشتہ داروں میں سب سے زیادہ جو صلہ رحمی کا مستحق ہے وہ والدین ہیں اللہ تعالیٰ جہاں اپنے حق کا ذکر کیا ہے وہیں والدین کے حقوق کا بھی ذکر فرمایا ہے چنانچہ والدین کو ہمیشہ مقدم کرنا چاہیے بالعموم صلہ رحمی کی بیشمار فضیلتیں ہیں صلہ رحمی کرنے والا شخص کبھی اللہ کی رحمت سے محروم نہیں ہوتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی اور جب اس سے فارغ ہوئے تو رحم نے عرض کیا کہ یہ اس شخص کی جگہ ہے جو قطع رحمی سے میری پناہ مانگے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میں اس سے جوڑوں گا جو تم سے اپنے آپ کو جوڑے اور اس سے توڑ دوں گا جو تم سے اپنے آپ کو توڑ دے اما ترضین ان اصل من وصلک واقطع من قطعک تو رحم نے کہا اے رب کیوں نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس یہ تجھ کو دیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر جی چاہے تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَکُمْ اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کردو اور رشتے ناطے توڑ ڈالو۔(سورہ محمد ۲۲) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے قطع رحم کرنے والے کو سخت وعید سنائی ہے بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرماتے ہیں: **لا یدخل الجنة قاطع** قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پیارے نبی سے ہمیشہ ایسے اعمال کے بارے میں سوال کرتے تھے جس پر عمل پیرا ہو کر جنت میں داخل ہو جائے حضرت ابوایوب انصاری ؓ سے مروی ہے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے ایسا عمل بتایئے جسے میں کر کے جنت میں داخل ہو جاؤں اس پر لوگوں نے کہا کہ اسے کیا ہو گیا ہے کیا ہو گیا ہے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ اسے اس کی ضرورت ہے پوچھنے دو اس کے بعد رسول اکرم نے انہیں بتایا کہ **تعبد الله ولا تشرک به شیئا وتقیم الصلاة وتؤتی الزکاة وتصل الرحم** اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو نماز قائم کرتے رہو زکاۃ ادا کرتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو یہی وہ اعمال ہیں جو تمہیں جنت میں لے جائیں گے۔

مذکورہ تمام احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ رزق میں کشادگی عمر میں درازی ایک دوسرے پر شفقت ورحمت اور اخوت ومحبت ایک دوسرے سے معانقہ،سلام،نرم بات حلم وبردباری اور مال خرچ کرنا وغیرہ صلہ رحمی سے حاصل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ تمام اعمال بہت محبوب ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ صلہ رحمی کرنے والے کے گناہ کو معاف کردیا جاتا ہے اور رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ رشتہ داروں پر صلہ رحمی کرنے سے دوگنا اجر ملتا ہے حضرت سلمان بن عامر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: **الصدقة على المسكين صدقة وعلى ذی الرحم ثنتان صدقة وصلة** مسکین پر صدقہ کرنا صدقہ ہے اور رشتہ داروں پر مال خرچ کرنا صدقہ ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔یعنی دوگنا اجر ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو صلہ رحمی کی اہمیت وفضیلت اور اس کے فوائد کو سمجھنے کی توفیق ارزانی بخشے اور اس پر قائم ودائم رہنے کی خصوصی عنایت بخشے اور ہمارا حشر ونشر ان لوگوں کے ساتھ فرمائے جو صلہ رحمی کرنے والے تھے۔**وصلی اللہ علی نبینا محمد**

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہٰ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
اپنی اولاد کو بچالیں	۶
دعا۔جس نے تاریخ کے دھارے کو موڑ دیا	۸
ذکرواذکار: فضائل،فوائداورثمرات	۱۲
عبادتوں سے منحرف کون ہوتا ہے؟	۱۷
قرآن مجید کے چند انقلاب انگیز اصول	۲۲
دوبارہ زندہ ہونے کے منکروں کا نظریہ اوراس کا رد	۲۵
نوجوانوں میں منشیات کا بڑھتا رجحان۔اسباب وعلاج	۲۸
پریس ریلیز	۳۰
جماعتی خبریں	۳۱

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ______ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ______ ۷/روپے
پاکستان ______ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶،اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ:www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل:jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل:jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

ابو مصلح الکریمی

ایسی بلندی ایسی پستی!

یہ دور تعمیر وترقی کے اعلیٰ مدارج طے کرتا ہوا بلند ترین سطح پر پہنچ چکا ہے۔ پھر بھی یہ بے انتہا کدوکاوش اور جدوجہد مسلسل کررہا ہے کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ یہ روز روز نئی نئی دنیا کا سراغ بھی لگارہا ہے اور وہاں کمندیں بھی ڈالتا چلا جارہا ہے۔ انسانی ذہن ودماغ اور اور اس کی جہد وسعی کا جو محور ومرکز ہوسکتا ہے، جتنا کچھ وہ کرسکتا ہے، علوم وسائنس میں درک حاصل کرسکتا ہے اور اسے ترقی دے سکتا ہے اس میں اس نے کہیں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ اس کا کمال یہ ہے کہ وہ ممکنہ حد تک اس جہان رنگ وبو میں کھو کر نہیں رہا، بلکہ اس نے اپنی طاقت وقوت کو خوب صرف کرکے اور بھی جہان جو اس کے علم میں نہ تھا اور اس سے پہلے کسی سائنس دان نے اس کے بارے میں نہیں بتایا تھا وہاں وہاں اس نے اپنے ذہن ودماغ کو کھپایا، نئی نئی چیزوں کا سراغ لگایا اور خوردبین ودوربین لگا کر دور تک تاکا اور جھانکا پھر اس شئی تک اپنی پہنچ بنائی، اسے اپنی دسترس میں لایا، اس سے خود بھی مستفید ہوا اور عالم کے لئے بھی اس سے استفادے کی صورتیں نکال لیں اور اس طرح سے دنیا کے لئے اس کے فوائد اور منافع کو عام کردیا اور مزید تلاش وجستجو اور ایجاد واختراع کے منازل طے کرتا جارہا ہے۔

تم موجودہ دور کی روشنی اور چمک دمک کو دیکھو کہ کس طرح اس نے دنیا کو روشنی سے نہلا دیا ہے اور اندھیرے کا وجود ختم کردیا ہے۔ جدھر دیکھو روشنی ہی روشنی ہے، رات کی تاریکیاں بھی کافور ہوکر رہ گئیں اور دن کی مانند اجالا پھیل گیا ہے، تیز رفتار سواریاں ایسی کہ مہینوں کا سفر گھنٹوں، منٹوں اور لمحوں میں طے ہونے لگا، ایک انسان دنیا کے ایک سرے پر بیٹھا ساری دنیا کو اپنی نظروں میں رکھے ہوا ہے۔ بند کمرے، بنکر اور کال کوٹھری میں باتیں کرتا ہے اور ساری دنیا کو سناتا اور دکھاتا رہتا ہے۔ اس مشینی دور اور علم وسائنس نے ایسے عجیب عجیب کرشمے اور معجزے دکھائے ہیں کہ اس کی کارستانی اور کارگزاری کے سامنے خود عقل انسانی بھی دنگ ہے۔ محیر العقول اور عجیب وقائع روز روز ایجاد پذیر ہورہے ہیں۔ سمندروں کی تہوں سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک، بلکہ کائنات کے ذرے ذرے سے انسان افادہ واستفادہ کی بہتر شکلیں نکال رہا ہے۔ فضاؤں، کہکشاؤں اور شمس وقمر سے توانائیاں حاصل کرکے مافوق الفطرت جیسی قوتوں اور کاموں کو انجام دے رہا ہے۔

علوم وفنون، سائنس وٹیکنالوجی، طب وہندسہ، جغرافیہ ومیتھمیٹک اور دیگر علوم وفنون میں انسان کہاں سے کہاں جاچکا ہے۔ جدھر دیکھو ترقی ہی ترقی اور عروج وسربلندی ہی نظر آتی ہے۔ جو انسان کے بس کی بات تھی انسان کررہا ہے اور گویا ناممکن کو ممکن بنانے پر تلا ہوا ہے۔ خلق وتدبیر اس کا اپنا کام نہیں ہے، لیکن وہ اس کا بھی دعویدار ہے اور اپنے طور پر اس کے لئے جتن کرچکا ہے اور اس کا ڈپلی کیٹ اور ہلاکت

خیز شکلیں ایجاد کر چکا ہے۔اور صاف صاف کہہ رہا ہے کہ:

بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے آگے

وہ ہر چیز کی کنہ وحقیقت کو وثوق کے ساتھ بیان ہی نہیں کر رہا ہے بلکہ اس کے اجزاء ومرکبات اور جزئیات وذرات کا تجزیہ وتحلیل کے ذریعہ اس پر بڑے بڑے دراسات، ریسرچ اور ورک کر چکا ہے۔آفاق والفس، جمادات وحیوانات، نباتات و معدنیات اور مائیات غرضیکہ ہر ہر چیز میں علوم در علوم اور جزدر جز کر کے ان اشیاء کی تمام ظاہری وباطنی صورتوں اور شکلوں کو نکھار چکا ہے، اور اس کا فیض بلا استثناء سب کو پہنچ رہا ہے۔اس وقت کے انسانوں نے اپنے عیش وآرام اور کام کو بہتر اور جلد انجام دینے کے لئے کیا نہیں کیا ہے۔ خواہ علاج اور دوا کی دنیا ہو، یا سیر وتفریح، سفر ومواصلات اور اتصالات کا وسیع جہان، یا کھانے پینے کی سہولتیں ہوں زندگی کے ہر شعبہ میں انسان نے فیض پہنچایا ہے اور بلا تفریق دین ومذہب اور رنگ ونسل کم وبیش سب فیض یاب ہو رہے ہیں۔کیا ہوائی جہاز سے صرف انگریز اور کفار ومشرکین ہی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔کمپیوٹر سے استفادہ کیا صرف یورپ کے لوگ ہی کر رہے ہیں۔ ریل گاڑی سے کیا کوئی خاص مذہب فائدہ اٹھا رہا ہے۔ چھاپہ خانہ سے کیا صرف چین وجاپان اور غیر مذہب اور غیر مسلم ہی مستفید ہو رہے ہیں۔ یہ تمہارے پنکھے، کولر، ایر کنڈیشن اور نت نئے کھانے پینے اور سونے رہنے کے لئے جو آسائش اور سہولتیں مہیا کر دی گئی ہیں کیا اس کے موجد ومخترع نے صرف اپنے لئے ایجاد کیا ہے۔

آخر یہ لوگ اتنی ترقی پر کیوں ہیں؟ انہوں نے بقول آپ کے دنیا کو عیش وعشرت سے بھر دیا ہے، بے حیائی کو جنم دیا ہے، بے ادبی اور بے توفیقی کو ہوا دیدی ہے، انسان کو مشین بنا دیا ہے۔ رشتے ناطے، پیار ومحبت، ہمدردی وغمخواری کے تئیں بے راہروی ولا پروائی کی ایک دنیا جہاں بسادی ہے، خیر کا وجود کم اور شر کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

سوال یہ ہے کہ زمانہ ایک ہی ہے، انسان بھی ایک ہی ہے، پہلے کے مقابلے میں لوگوں کی معاشی حالت بھی بہتر ہوئی ہے اور ہر سطح اور زاویہ زندگی میں انقلاب آیا ہوا ہے۔علوم میں ترقی آسمان چھو رہی ہے۔ یہ مشاہدہ بھی ہے اور مجرب بھی اور اس کا منکر کوئی نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔اس انتہائی عروج کے زمانہ میں ایک جگہ ایسی بھی ہے جہاں تنزلی اور انحاط کی انتہا ہے۔اور وہ ہے دین پسندوں اور اہل ادیان کی دنیا، خاص طور پر مسلمانوں کی پسماندگی اور زبوں حالی ہر سطح پر انتہا کو پہنچ رہی ہے۔علوم عصریہ کے ماہرین نے اپنے طور پر علم وتحقیق کا اعلیٰ معیار قائم کیا۔لیکن مسلمان اپنے خالص دینی علوم میں بھی گہرائی اور وسعت نہیں پیدا کر سکے اور علم وتحقیق کا جو معیار ومقام ان کے اسلاف کا تھا اس تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ دوسروں نے بلا نمونہ اور بلا کسی سابقہ علوم وفنون کے زبردست ترقی کی اور ثریا سے آگے گئے اور اس پر کمندیں ڈال دیں۔ ہم علوم اسلامیہ دینیہ جن میں کسی زمانہ میں محیر العقول ترقی کی تھی اور فقہ وتدین میں اعلی مقام حاصل کر لیا تھا اب سب مل کر بھی کسی ایک عالم وامام کے علوم کے صحیح وارث اور ان کے حامل واہل نہ بن سکے۔امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ نے حیرت وتعجب اور تاسف وشکوہ آمیز لہجہ اور تلخ و تیز انداز اس وقت اختیار کیا تھا جب اساطین علوم وفنون کا زمانہ تھا اور غالباً تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی کا محقق نسخہ پہلی بار اہل یورپ کی کوششوں سے طبع ہو کر منظر عام پر آیا تھا۔شیخ الحدیثان مسلمین اور ارباب فقہ وفتاویٰ نے نہ صرف یہ کہ اس کے نسخے نہیں دیکھے اور اسے ایڈٹ کر کے نہیں طبع کرایا بلکہ حیرت واستعجاب اس امر پر ہے کہ ان کو یہ بھی پتہ نہیں کہ غیروں نے اسے طبع کرا کر یہاں پھیلایا۔

اس وقت اجتماعی اجتہاد اور اجتماعی فیصلہ وفتوی کی بات ہوتی رہتی ہے کیونکہ اشخاص اب اس پایہ کے نہ رہے، گویا راسخین فی العلم اور مرکز علم وفن نہ رہنے یا کماحقہ اس کا حق نہ ادا کرنے کی وجہ سے اجتماعی فتوی اور قول ورائے کی بات کی جاتی ہے اور سب مل کر بھی کوئی حتمی بات کہنے میں اکثر ناکام رہتے ہیں کہ مجتہد مطلق تو دور کی بات ہے مجتہد فی النوازل الخاصہ بھی کوئی نہ رہا۔جدید تو دور کی بات ہے قدیم علوم وفنون اسلامیہ بھی قصہ پارینہ ہیں یا اسلام کا صحیح اور مکمل ادراک نہیں ہے۔آخر یہ تنزلی کیوں ہے؟

جب محدث نہیں، فقیہ نہیں، منطق وعلم معاشیات کا ماہر نہیں، فلسفہ ومنطق اور شعر وادب کے فضلا وعلماء کون کہے ادنی رمز شناش بھی کمیاب ہوتے چلے جا رہے ہیں، قحط الرجال کا حال زیب داستان کے لئے نہیں ہر معنی میں ایں جا درست وصحیح ہے۔آخر مسلمان خصوصاً علماء کو اتنا بھی خیال واحساس اور خوف خدا نہ رہا کہ ہمارے جیسے دوسرے غیر مسلم لوگ نئے نئے علوم ایجاد کر رہے ہیں۔ ہمارے علوم فرسودہ ہی سہی جب ہم انہی میں مگن ہیں تو ہم ان میں کیسے ماہر وحاذق نہیں ہیں، کیا یہ لمحۂ فکریہ نہیں ہے؟ کیا یہ پست ہمتی ہمیں روا ہے؟ پھر اس کے علاوہ اصل مسئلہ روحانیت اور عمل کا ہے۔عملی زندگی میں ہم اتنا پیچھے کیوں ہیں؟ مفید وغیر مفید اور شر وخیر جو ان کے حصے میں ہے ساری دنیا میں پھیلا دینے میں کامیاب ہیں۔ہم ان کے دیئے ہوئے وسائل کو حاصل کر کے بھی ان کو دین وایمان اور اخلاق کی دولت سے مالا مال کیا کرتے خود کنگال ومفلس ہیں اور دینے کے لیے بھی کچھ نہیں ہے۔ ہر سطح پر مسلمانوں کی پسپائی وپسماندگی وتخلف ہے، جو جگ ظاہر ہے۔

کبھی ہم نے غور کیا کہ ہم اہل ایمان خلق خدا کے زیادہ ہمدرد وغمخوار ہیں یا وہ لوگ ہیں جن کو ہم خود غرض اور دنیا دار کہتے ہیں؟ کون زیادہ فیض رسانی کا کام کر رہا ہے؟ ’’خیر الناس من ینفع الناس‘‘ (سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع اور فائدہ پہنچائے) کی روشنی میں اچھا کون ہے؟ جو خود اپنے آپ کو بھی نفع نہ پہنچا سکے اور جو اپنے او پر اور اپنے ماحول وسوسائٹی اور گھر اور شہر میں خود بوجھ بنا ہوا ہے، یا وہ جن کے وجود سے تصور سے بالاتر ہو کر انسانیت کو بلا تفریق منافع وفوائد پہنچ رہے ہیں؟ غور کریں کہ پست ہمتی، دنیا داری، کسلمندی، وقت اور حالات کی ناہمواری اور ماحول کی ناسازگاری ہمارے ہی حصوں میں کیوں ہے؟ حالانکہ ہمارا فرض تو دوسروں کے مقابلے میں بہت بڑا تھا۔اس سلسلہ میں مختلف زاویے سے نہایت سنجیدگی، فکرمندی، توجہ اور دل وجان سے غور وفکر اور عملی اقدام کرنا چاہیے۔ مثلاً؛

ا۔ دنیاوی علوم اور عصری تعلیم میں ہم نے سخت کوتاہی برتی، جس کے متعدد وجوہات ہو سکتے ہیں۔ ہم ان کا پتہ لگائیں اور جلد از جلد ان کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں۔اس میں

ہماری مجرمانہ غفلت، کوتاہی اور کسلمندی سب سے بڑی وجہ ہوسکتی ہے۔

۲۔ دینی مواد اور علوم کے حصول میں ہمارا ایک طبقہ ضرور مشغول ہوا اور اس میں اپنی امامت وعبقریت ظاہر کرنے میں رشک وحسد اور تعصب وتنگ نظری سے بڑھ کر عجب وتکبر کا بھی بہت زیادہ شکار ہوا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بسا اوقات جہل ونادانی بلکہ جہل مرکب کا شکار ہوکر رہ گیا۔ نیز یہ کہ علوم کتاب وسنت، فقہ وفتاوی اور دیگر علوم مروجہ از منہ اولی تا دور حاضر میں بھی ہماری اکثریت نے کوئی حصہ داری نہیں نبھائی ، بلکہ دینی علوم سے دور رہی۔ ایک چھوٹی سی تعداد اس سے منسلک اور متعلق رہنے کے لئے میدان میں آئی یا لائی گئی تو اس قلیل تعداد میں سے بہتوں نے اس کے لگے بندھے روٹین کو بھی پورا نہیں کیا۔ قدرے قلیل جوان درسگاہوں اور مدرسوں میں قلت وسائل کے باوجود ٹک جاتے ہیں ان میں بھی بہتیرے بلا مقصدیت کے شب وروز گزار لیتے ہیں۔ جو علوم وفنون وہ پڑھتے ہیں ان سے ان کو کچھ بھی لینا دینا نہیں ہوتا۔ کسی طرح ان مواد کو رٹ کر اور سرسری طور پر ان سے گذر کر پاس نمبر حاصل کر کے ایک عدد سرٹیفکیٹ اور سند حاصل کر لیتے ہیں اور یہی ان علوم کا معراج قرار پاتا ہے۔ اب رہے وہ معدودے چند بلکہ خال خال پائے جانے والے طلبہ جو کسی قدر ان علوم میں درک حاصل کر لیتے ہیں تو وہ بھی اکثر اوقات عجب اور لا منہجیت کے شکار ہوجاتے ہیں اور اپنے اقوال وافعال، تقریر وتحریر اور تصرفات سے ملت وجماعت اور سماج وسوسائٹی کے لئے مسائل کا انبار لگا دیتے ہیں۔ نہ ان کے اندر مجتہدانہ بصیرت ہے، نہ علمی گہرائی ہے، نہ علوم وفنون میں مہارت ہے، نہ وہ جذبہ نصح وخیر خواہی ہے۔ ایک دو علم میں تھوڑی شد بد کیا ہوئی کہ ہم چنیں ودیگرے نیست اور انا ولا غیری کا گمان وگندھ پال لیتے ہیں۔

وہ جنہوں نے اجتہاد کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا ہے ان کو چھوڑو، لیکن جنہوں گلے پھاڑ پھاڑ کر اجتہاد کا دروازہ کھلا رہنے کا دعوی کیا، جمود وتعطل سے بچنے کی باتیں کیں، تفقہ وبصیرت اور فکر ونظر کو دینی ودنیوی مسائل میں جائز ہی نہیں بلکہ اسے ضروری گردانا، وہ بھی عملی طور پر جمود کا شکار ہیں۔ مقلدین جامدین نے اگر جمود جہل مرکب کی وجہ سے یا نرے لکیر کے فقیر رہ کر اسلام اور مسلمانوں کو تنزلی وپستی کا شکار بنایا اور عالم کو اپنے فکری انحطاط اور تخلف سے نقصان پہنچایا یا تقلید کی بندشوں کو توڑ کر شتر بے مہار ہوکر الگ الگ باغیانہ رنگ اختیار کیا، آزادی فکر وخیال کا وہ نعرہ لگایا کہ دین وشریعت حتی کہ عقائد وایمان کو بھی اپنی آزاد خیالی اور فکری سربلندی کی بھینٹ چڑھادی۔ مگر وہ جنہوں نے کتاب وسنت کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کے سلسلے میں استنباط اور فکر ونظر کو روا رکھا اور اس کے لئے صدیوں سے جاری تقلیدی جمود کو توڑ کر اجتہاد کے دروازے کو کھولا وہ بھی سوائے آزاد خیالی پھیلانے اور معاشرے کو بے راہ روی کا شکار کرنے کے علاوہ کیا کیا؟ ان کے کارنامے کہاں ہیں۔ دنیا داروں نے سورج اور چاند پر کمند ڈال دیئے اور زندگی تمام راہوں میں روشنی بکھیر دی اور آپ اپنے عظیم علمی میراث سے باوجود فکر ونظر کے دعویدار ہونے کے دنیا کو کچھ نہ دے سکے۔ بنی بنائی کھیر بھی نہ اپنوں کو کما حقہ کھلا سکے نہ غیروں جن کے لیے ''اخرجت للناس'' کہہ کر فرض منصبی وزندگی بتائی گئی تھی کے سامنے اس کھیر کو پروس سکے۔ اسلام اور تعلیمات اسلام کو چودہ سو سالہ پرانا اور فرسودہ دین (نعوذ باللہ) کہلوانے کے مجرم گردانے گئے۔ مانا کہ دنیا نے جھوٹ اور پروپیگنڈے کے زور پر دنیا کو گمراہ کیا اور نت نئے فارمولے اس کے لئے ایجاد کئے اور اسے پھیلائے اور آپ نے اپنی سستی، کاہلی، بے مقصدیت، جہالت اور جمود سے اپنے طور پر کوئی آلہ ومشین ایجاد نہیں کیا۔ مگر آپ کے پاس سچائی ورثے میں ملی تھی جو انسانیت کو بچانے اور دونوں جہان میں نجات دلانے کے لئے کافی تھی۔ انہی کی مشینوں اور آلات سے دینی تعلیمات کو کیوں نہیں پھیلایا۔ انہوں نے تعصب کو ہوا دی، انسانیت کا بٹوارہ کیا، نفرت کی بیج بوئی۔ آپ کو تو محبت فاتح عالم انسانیت اور مساوات ومواسات کا بھنڈار ورثے میں ملا تھا خود اپنے اندر اس کو نہیں پھیلا سکے نہ بانٹ سکے۔ اب دنیا ایمان واخلاق اور مروت کا سہرا بھی ان دنیا داروں کے سر باندھتی نظر آرہی ہے اور آپ کے بارے میں دنیا بجا طور پر یہ کہتی نظر آتی ہے کہ

یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کر شرمائیں یہود

اتفاق واتحاد، تماسک وتعاضد، اخوت ومحبت اور جسم واحد بن کر رہنے کا نسخہ ایمانی آپ کے پاس ہے۔ مگر آپ اپنے بھائی، رشتہ دار پڑوسی اور مسلمان کے ساتھ بھی نہ رہ سکے۔ لیکن وہ جو نفاق وشقاق اور دنیا داری میں لت پت تھے وہ مشرق ومغرب اور شمال وجنوب جہاں کہیں کے بھی رہنے والے ہوں ایک جسم وجان کی طرح رہتے ہیں۔ گویا آپ میں ہی کمی ہے۔ یا تو ایمانی کمزوری ہے، جسمانی کمزوری ہے، اخلاص وجذبہ کی کمی ہے یا عمل وکردار میں کوتاہی ہے۔ یا فکر ونظر کو گھن لگی ہوئی ہے۔ محنت سے جی چراتے ہیں اور حالات کا رونا روتے ہیں۔ حالانکہ خود اسلام اور ایمان کا حوالہ ہم دیتے ہیں از آدم تا دور عروج مسلمانان عالم اس سے زیادہ چیلنجز مشکلات اور حالات ناگفتہ بہ تھے۔ مگر وہ ڈوب جانے کے باوجود روشنی بکھیرتے رہے، سورج وچاند بنے امن عالم پر چمکتے رہے اور خود بھی ایک عالم کو روشن کرتے رہے۔ ناامیدیوں کے گھنے بادل سے امیدوں کے بادوباراں اور موسلا دھار بارش برساتے رہے۔ عالم کو سیراب کرتے رہے۔ ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے کا سماں باندھتے رہے۔ کیوں کہ نہ سورج کبھی غروب ہوا ہے نہ ہوگا حتی کہ یرث اللہ الارض ومن علیھا۔

پھر اس ڈوبنے دبنے کا روگ کیوں پالے ہوئے ہو۔ مومن بھی تو کبھی نہیں ڈوبتا، وہ ہمیشہ صورت خورشید جیتا ہے، اسے پلو سے باندھ لیجئے اور جوان، بوڑھے، بچے، مرد، عورت، عوام وحکام اپنا منصب ومقام انسانیت کے تئیں پہچان کر اور کاہلی وسستی کا جامہ اتار کر پورے عزم وحوصلے کے ساتھ میدان میں اتر آئیں پھر ترقی وتنزلی کا یہ تفاوت وفرق مٹ جائے گا۔ آپ یہ ہرگز نہ بھولیں کہ آپ کے ان تمام فرائض منصبی سے پہلو تہی، ذمہ داریوں سے فرار اور میدان کارزار سے بے زار رہنے کے باوجود دین وایمان اور خیر وفلاح جو نظر آرہا ہے وہ آپ کے دم قدم سے باقی ہے، اس سے ہرگز مجال انکار نہیں، مگر مطلوبہ قول وکردار از حد ضروری ہے۔

اپنی اولاد کو بچالیں

مولانا خورشید عالم مدنی، پٹنہ

دور جاہلیت میں قبیلہ قریش کے علاوہ دیگر قبائل عرب لڑکیوں کی ولادت کو باعث ننگ وعار سمجھتے تھے،اور پیدا ہوتے ہی ان دختران قوم کو قتل کر دیتے تھے۔یہ بے رحم، ظالم تھے۔ پھول جیسی بچیوں کو اپنے ہی ہاتھوں زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالی نے اپنے غضب کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (تطویر:8-9)"اور جب زندہ درگور کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا وہ کس گناہ کے سبب قتل کی گئی" اور اسے بدترین جرم قرار دیا ہے وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (اسراء:31)"اور تم لوگ اپنی اولاد کو محتاجی کے ڈر سے قتل نہ کرو، انھیں اور تمھیں ہم روزی دیتے ہیں، بیشک انھیں قتل کرنا بڑا گناہ ہے"۔

مقام افسوس تو یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کی یہ بیماری ہمارے ساج کو بھی لگ چکی ہے اور اسے کھوکھلی، کینسر زدہ کر رہی ہے۔آج ہمارے معاشرے میں بھی خوبصورت اور مہذب طریقے سے یہ جاہلانہ رسم جاری ہے۔ایسے لوگ جو اپنے آپ کو لبرل، ترقی یافتہ اور نئی روشنی کے دلدادہ سمجھتے ہیں وہ رحم مادر میں پروان چڑھنے والی بچیوں کے چہرے ان کی ماؤں کو نہیں دیکھنے دیتے، جو اپنی کوکھ میں چھپائے مختلف قسم کے سخت و ناقابلِ رحم حالات سے گزرتی ہیں۔ان بچیوں کو یہ موقع بھی نہیں دیتے اس حسین کائنات کو ایک بار آنکھیں کھول کر دیکھ لیں، بلکہ وہ دنیا میں آنے سے پہلے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں اور ہاسپیٹل کے اردگرد منڈلاتے کتے انہیں اپنا نوالہ بنا لیتے ہیں۔

یہ عمل (قتل اولاد) نہایت منظم طریقے سے اور خاندانی منصوبہ بندی کے حسین عنوان سے پوری دنیا میں ہو رہا ہے۔مرد حضرات بچوں کی بہتر تعلیم وتربیت کے نام پر اور خواتین اپنے"حسن" کو برقرار رکھنے کے لئے اس بدترین جرم کا ارتکاب کر رہی ہیں۔ جب کہ ہمارے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں سے عہد لے رہے تھے ان میں ایک اہم ترین عہد یہ بھی تھا "و لا تقتلوا اولادکم" (بخاری:7213)"وہ اولاد کو قتل نہیں کریں گے" اور اسے شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے ان تقتل ولدك مخافة ان يطعم معك (مسلم:86) یعنی تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ بھی تمہارے ساتھ شریک طعام ہوجائے گی"۔

اس سے متعلق افسوسناک پہلو یہ ہے اور اسے اس امت کی فکر کی کوتاہی اور یقینی کہہ لیں کہ آج لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان تفریق کی دیواریں اٹھائی جا رہی ہیں، جو سراسر غیر شرعی، غیر سماجی اور غیر فطری ہے۔اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں "اتقوا الله و اعدلوا في اولادكم"(مسلم:1623) "اللہ سے ڈرو، اپنی اولاد کے مابین انصاف کرو"۔ بلکہ احادیث میں ان بیٹیوں کے فضائل بے شمار بتائے گئے ہیں۔ان کی پیدائش پر افسردہ ہونا یہ کافروں کی صفت اور مشرکین کا طرز عمل قرار دیا گیا ہے۔لیکن آج کتنے لوگوں کو بیٹیاں اچھی نہیں لگتیں، ان کی پیدائش پر وہ رنج والم میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں، وہ اللہ کے اس فیصلے سے راضی نہیں ہوتے۔ارشاد باری تعالی ہے وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ (نحل:58-59)"اور ان میں سے کسی کو جب لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے، درانحالانکہ وہ غم سے نڈھال ہوتا ہے۔ جو بری خبر اسے دی گئی ہے اس کی وجہ سے لوگوں سے منہ چھپائے پھرتا ہے، (سوچتا ہے) کیا ذلت ورسوائی کے باوجود اسے اپنے پاس رکھے یا مٹی میں ٹھونس دے"۔

آج اگر لگاتار دو تین بچیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو ایسی عورت کو منحوس سمجھا جاتا ہے، اسے ساس و نند کے طعنے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ بسا اوقات شوہر نامدار اسے طلاق بھی دے دیتا ہے۔جب کہ حقیقت یہ ہے کہ بیٹی جنم دینے میں بیوی بے قصور ہے، بلکہ میاں بیوی دونوں بے قصور ہیں۔یہ تو آسمانی فیصلہ ہوتا ہے۔یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔دوسرے کا کوئی عمل دخل نہیں۔

کتنے جابر وظالم بادشاہ، فوجی کمانڈر، انبیاء واولیاء، ماہر ڈاکٹر وحکیم اولاد سے محروم رہے، کتنے لڑکے کو ترستے رہے اور بہتیرے لڑکی کی خواہش دل میں لیے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اللہ مختار کل ہے، وہ قادر مطلق ہے، فعال لما یرید ہے لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ (شوری:49-50)"آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اللہ کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے یا انھیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ

بنا دیتا ہے۔ وہ بیشک بڑا جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے“۔ اور ان بیٹیوں کے متعلق رسول اللہ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”من ابتلی من البنات بشئ فأحسن الیهن کن له سترا من النار “(مسلم:2629) ” جس شخص کو بیٹیوں کی وجہ سے آزمایا گیا پھر اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک بھی کیا تو اس کے لیے یہ جہنم سے ڈھال بن جائیں گی“۔ کسی نے تو یہ کہہ دیا ہے۔

ناخلف بیٹے دردسر بنے　　　بیٹیوں نے سر دبایا دیر تک

کبھی بیٹی والدین کی ایسی خدمت کرتی ہے جو بیٹے نہیں کر پاتے جیسا کہ اس حدیث میں ہے أتته امرأة فقالت یا رسول اللہ ان أمی قد ماتت وانه کان علیها صوم شهرا فأصوم عنها؟ قال صومی عنها قالت انها لم تحج قط افأحج عنها؟ قال حجی عنها (صحیح مسلم، کتاب الصیام) ”صحابیہ نے رسول گرامی سے سوال کیا کہ ان کی ماں پر ایک مہینے کا روزہ واجب تھا مگر وہ اس کی قضا کیے بغیر مر گئی، تو کیا وہ اس کی طرف سے قضا کر سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا تم اس کی طرف سے روزہ رکھو۔ ان کا دوسرا سوال یہ تھا کہ اس کی ماں نے حج نہیں کیا تو کیا اپنی ماں کی طرف سے حج بدل کر سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس کی طرف سے حج کر لو“۔

غور فرمائیں وہ صحابیہ کیسی تھی، اپنی ماں کا خیال رکھنے والی اور ان کی عبادت کی فکر کرنے والی، یہ نیک بیٹی اپنی ماں کی طرف سے روزہ کی قضا کرنے اور حج کرنے کے لیے مسئلہ پوچھ رہی ہے، حالانکہ دونوں مشکل عبادات ہیں، مگر بیٹی کو اپنی ماں کی جنت اور اس کے درجات کی فکر ہے کاش ہر اولاد ایسی ہی ہو۔ آج ہر والدین کی، امت مسلمہ کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بچیوں، مسلم لڑکیوں، دختران ملت کی عزت وآبرو کی حفاظت کریں، ان کے عفت وعصمت کو داغدار ہونے اور سماج پر اس کے برے اثرات سے محفوظ رکھیں۔ سماج کی کوئی بچی بگڑتی ہے تو اس سے سماج کی ناک کٹ جاتی ہے، بدنامیاں ہوتی ہیں اور یاد رکھیں اسلام اپنی اور گھر کی حفاظت کے ساتھ اپنے سماج ومعاشرے کی حفاظت وسالمیت پر زور دیتا ہے۔

آج ہمارا معاشرہ اخلاقی، تہذیبی اور معاشرتی اعتبار سے زوال کی طرف جا رہا ہے۔ اس بگاڑ وفساد کا ایک بڑا سبب مخلوط تعلیم وتدریس ہے۔ یہ مخلوط تعلیم کسی پرامن و صالح معاشرہ کے لیے زہر ہلاہل ہے۔ اس سے بے حیائی اور فحاشی عام ہوتی ہے اور معاشرہ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہوتا ہے۔ بچیوں کی عزت وناموس کو ہر وقت خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ زوجین کے رشتے کمزور ہوتے اور وہ باہم شک وشبہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مخلوط تعلیم کے نتیجے میں شرم وحیا جو ایمان کی شاخ ہے، اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ دونوں تعلیم حاصل کریں لیکن الگ الگ، تا کہ عورت کی نسوانیت، عفت وتقدس باقی رہے۔ بھلا جو اسلام ایک دوسرے کو دیکھنے سے منع کرتا ہے، راستے پر مردوں کے ساتھ چلنے سے بھی عورتوں کو منع کرتا ہے، جو اسلام پردے کا حکم دیتا ہے، اس میں مخلوط تعلیم کی اجازت کیسے ہوگی؟

اس لئے ایسے تعلیمی ادارے جس کا ماحول آزادانہ ہے، جو اخلاقی لحاظ سے غیر مناسب ہیں، ان اداروں کے بجائے ایسے اداروں میں تعلیم دلایئے جہاں اس کا ایمان محفوظ رہے۔ اور آپ خود دینی تربیت بھی کرتے رہیں۔ خیال رہے کہ ایمان ایک قیمتی دولت ہے، دنیا وآخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے، اندھیرے سے روشنی میں آنے کا سبب ہے، دوزخ سے محفوظ رہنے اور جنت میں جانے کا ذریعہ ہے، اس لیے ہر قیمت پر اس کی حفاظت کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس کی ناقدری کرنا، اپنے دین و ایمان کو خطرے میں ڈالنا، اس کے قلادے کو گلے سے نکال پھینکنا، اپنے دین وضمیر کا سودا کر کے اپنے خاندان پر بدنامی کا داغ لگانا، اپنے ایمان کو رسوا کرنا اور ارتداد کی راہ اختیار کرنا، یہ سنگین جرم اور عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ پھر ہمارے مسلم سماج کو یہ کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان لڑکے ہوں یا لڑکیاں دین وایمان سے دور ہو رہی ہیں اور مسلم معاشرے میں ارتداد کا ایک طوفان برپا ہے۔ قرآن کریم کا تو یہ واضح حکم ہے کہ کسی مشرک مرد وعورت سے اس وقت تک نکاح جائز نہیں جب تک کہ وہ ایمان قبول نہ کرلیں۔ ہمارا اسلام کسی غیر مسلم سے شادی کی اجازت نہیں دیتا ہے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ (بقرہ:221) ”اور مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لائیں، نکاح نہ کرو“ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا (بقرہ:221) ”اور مشرک مردوں سے اپنی عورتوں کا نکاح نہ کرو“۔

کیا وہ وقت نہیں آیا، وہ گھڑی نہیں آئی کہ ہم خاندانی نظام کی اصلاح پر توجہ دیں، اپنی اولاد کو مخلوط تعلیم اور مخلوط سوسائٹی سے بچائیں، اپنے بچوں پر کڑی نگرانی رکھیں بچیوں کو پردے کا پابند بنائیں۔

کیا وہ وقت نہیں آیا کہ سرمایہ دار حضرات اور ملی وفلاحی تنظیموں کے افراد آگے بڑھیں اور ان بچیوں کی کفالت ومالی تعاون کریں جو گھریلو بے سروسامانی، والدین کی خستہ حالی اور اقتصادی بدحالی کے سبب کارخانوں اور کمپنیوں میں کام کر رہی ہیں اور ہوس پرست نوجوانوں کی ہوس کا شکار ہو رہی ہیں، جس کی آخری منزل ارتداد ہے۔ یہ اسلام صرف زنا سے ہی نہیں بلکہ اسباب زنا سے منع کرتا ہے۔ یہ اسلام زبان و شرمگاہ کی حفاظت کرنے والوں کو جنت کی بشارت دیتا ہے۔ یہ اسلام اعلی اخلاقی اقدار کو فروغ دینے اور باکمال معاشرہ کی تشکیل پر ابھارتا ہے۔ اسی اسلام اور اس کی روشن تعلیمات کی بدولت تاریخ کی آنکھوں نے ایسا پاکیزہ معاشرہ دیکھا جو تاریخ انسانی کا سب سے زیادہ حسین، خوشگوار، بہار آفریں معاشرہ تھا، جس میں انسانیت نے ایک طویل عرصے کے بعد پہلی بار سکھ اور چین کا سانس لیا۔ افسوس اسلاف کی میراث ہم گنوا بیٹھے۔

مورخ یوں جگہ دیتا نہیں تاریخ عالم میں
بڑی قربانیوں کے بعد پیدا نام ہوتا ہے

دعا۔ جس نے تاریخ کے دھارے کو موڑ دیا

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

مقاصد حیات انسانی میں سے سب سے اہم مقصد اور اعلیٰ ہدف بلکہ سب کچھ اللہ جل شانہ کی خالص عبادت ہے اور ان عبادات محضہ میں بھی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت قرآن کریم، وظائف وادعیہ اور مناجات رب کریم اہم ترین عبادات میں سے ہیں، لیکن وہ عبادت جسے عبادات کا مغز، گودا اور اصل قرار دیا گیا ہے وہ دعا ہے۔ حدیث شریف ہے، اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: ''الدُّعاء هو العبادة'' دعا ہی عبادت ہے۔ بعض حدیثوں میں ''الدعاء مُخ العبادة'' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جو کلام سے خالی نہیں ہے، مگر مذکورہ حدیث جس میں ''هو العبادة'' کا ذکر ہے صحیح ہے، اس سے دعا کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔ دعا کی فضیلت واہمیت کے لیے کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے بندے کو اس بندے کے مقابلے میں اور زیادہ محبوب رکھتا ہے جو دعا مانگنے، اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور اس کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے محروم ہے۔ اے محروم انسان! تو مان نہ مان، سن لے یہ فرمان عالی شان ''يَسْأَلُهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ'' (الرحمٰن/ ۲۹) (ساری مخلوقات اسی سے مانگ کر زندہ اور موجود ہے اور اسی کی مرہون منت ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے:

لا تسألن بُنيّ آدم حاجةً
و سل الذی أبوابه لا تُحجبُ
الله يغضبُ إن تركت سؤاله
و بُنيّ آدم حين يُسألُ يغضبُ

ترجمہ: بنوآدم سے اپنی ضرورتوں کے بارے میں سوال نہ کرو بلکہ اس ذات سے مانگو جس کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا ہے۔

اگر اللہ سے مانگنا چھوڑ دوگے تو وہ ناراض ہوجائے گا جبکہ انسان کی حالت یہ ہے کہ جب ہم اس کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں تو وہ ناراض ہوجاتا ہے۔

ہمارے جد امجد آدم علیہ السلام نے اللہ کے حضور دعا کی تھی اور سخت ترین حالات میں نعمتوں کے چھن جانے اور رب کے ناراض ہوجانے کے بعد ان کو اپنی بھول کا احساس ہوگیا اور فوراً وہ دعا، توبہ واستغفار، تضرع وابتہال اور آہ وزاری کرنے لگے: ''رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ'' (الاعراف: ۲۳) ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہم کو معاف نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

نوح علیہ السلام نے بھی قوم کے ظلم و جفا، جحود وانکار، کفر وطغیان اور اپنی بے بسی اور قوم کی ہٹ دھرمی کے مقابلہ میں جس فوج موج ظفر کا سہارا لیا وہ دعا ہی تھا جس نے ساری دنیا کو نیست و نابود کردیا ''فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ'' (القمر: ۱۰)، ترجمہ: پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں بے بس ہوں تو میری مدد کر۔

ادنیٰ بیٹے کے لیے سفارش پر تنبیہ کی گئی تو اسی دعا واستغفار کا سہارا لیا اور ان کو مدد اور راحت ملی۔ فرمایا: ''قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ'' (سورہ ھود: ۴۷) ترجمہ: نوح نے کہا میرے پالنہار میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تجھ سے وہ مانگوں جس کا مجھے علم ہی نہ ہو۔

یونس علیہ السلام اپنی قوم کے لوگوں سے ناراض ہوکر نینویٰ بستی سے نکل پڑتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے اجازت لینا بھول جاتے ہیں۔ جب سمندر عبور کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو کشتی بیچ دھار میں ہچکولے کھانے لگتی ہے اور کشتی کا ناخدا مجبور ہوکر انہیں دریا میں پھینک دیتا ہے اور انہیں مچھلی نگل لیتی ہے تو اس مشکل گھڑی میں یونس علیہ السلام اللہ کے حضور اپنی کوتاہی کا اعتراف کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ''لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ'' (سورۃ الانبیاء: ۸۷) (ترجمہ: الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں ہوگیا۔) تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا سنتا ہے اور انہیں اس مصیبت سے نجات دیتا ہے۔

یعقوب علیہ السلام کا سب سے چہیتا بیٹا بھائیوں کی سازش کا شکار ہوکر ان سے بچھڑ جاتا ہے۔ شفقت پدری انہیں بے چین کردیتی ہے، غم سے نڈھال ہیں، بیٹے کے بارے میں سوچ سوچ کر اپنا براحال کرچکے ہیں، آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں ہے اور آنکھیں روتے روتے پتھرا گئی ہیں اور اس سنگین وقت میں بھی وہ اللہ رب العزت کو ہی حاجت روا سمجھتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے منت وسماجت کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں: ''قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ'' (سورۃ یوسف: ۸۶) ترجمہ: انہوں نے کہا میں اپنی پریشانیوں اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کررہا ہوں، مجھے اللہ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

ایوب علیہ السلام کے بارے میں ہمیں پتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری کے

ذریعہ آزمایا، ایسی بیماری کہ جسم میں کیڑے لگ چکے ہیں اور وہ کیڑے پورے گودے کا صفایا کر چکے ہیں، اہل خانہ تک آپ سے گھن محسوس کرتے ہیں اور بیوی کے علاوہ سب نے ساتھ تک چھوڑ دیا ہے۔ پھر بھی ایوب علیہ السلام سراپا صبر بنے ہوئے ہیں، آپ جزع وفزع نہ کرکے اللہ جل شانہ کے سامنے اپنی پریشانی کو رکھتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے چہیتے نبی ایوب علیہ الصلاۃ والتسلیم کو اس مصیبت سے نجات دیتے ہیں: "أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ" (الانبیاء: ۸۳) ترجمہ: مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

ابراہیم خلیل اللہ ایک برگزیدہ رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام خلت سے سرفراز فرمایا تھا اور آپ کو بہت ساری خصوصیتوں، عظمتوں اور فضیلتوں سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں ابراہیم علیہ السلام کے تذکرے میں جو مٹھاس ملتی ہے وہ کسی دوسرے نبی، رسول اور ولی کے تذکرے میں نہیں ملتی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کے وقت رب تعالیٰ سے مناجات کی۔ تربیت اولاد کا معاملہ ہو یا ہاجرہ واسماعیل علیہما السلام کو بے آب وگیاہ سرزمین میں چھوڑنے کا موقع ہمیشہ آپ نے اپنے رب سے دعا کی۔ آپ نے مکہ مکرمہ کو بابرکت بنانے کے لیے رب سے التجا، پھر بت پرستی سے بچے رہنے وغیرہ کے لیے دعائیں کیں اور یہ سبھی دعائیں ہمارے لیے انمول ہیں اور ہمیں بتاتی ہیں کہ ہم ہر معاملہ خوشی اور غمی میں اور جب بھی ہم مصائب سے دوچار ہوں، پریشانیوں میں گھر جائیں یا ہمیں کوئی ضرورت درپیش ہو تو ہم رب تعالیٰ کے سامنے جائیں، ہاتھ پھیلائیں، روئیں، گڑگڑائیں، ندامت کے آنسو بہائیں اور صدق دل سے اپنی ضرورت رب کے سامنے پیش کریں، ہماری دعائیں ضرور قبول ہوں گی بشرطیکہ ہم دعا کے آداب وضوابط ملحوظ رکھیں۔

اولوالعزم من الرسل موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کو دیکھیں کہ جب کہیں بھی آپ آزمائش سے دوچار ہوئے اور مشکلات کا سامنا ہوا تو فوراً رب کریم کے سامنے دست بدعا ہوئے۔ جب ایک قبطی کو ایک مکا رسید کیا اور اس کی وجہ سے اس کی جان چلی گئی تو آپ نے فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور فرعون اور اس کے سپاہی موسیٰ علیہ السلام کے درپۓ آزار ہوگئے تو اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کلمات کے ذریعہ مدد چاہی: "رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ" (سورۃ القصص: ۲۱) ترجمہ: اے پروردگار! مجھے ظالموں کے گروہ سے بچالے۔

اسی طرح جب اجنبی دیار میں پہنچے اور چشمہ مدین پر دوشیزاؤں کے جانور کو پانی پلاکر ایک درخت کے نیچے جابیٹھے اور اس موقع پر بھی "رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ" (القصص: ۲۴) (ترجمہ: اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔) کہہ کر اپنے رب کے حضور اپنی بے مائیگی، بے بضاعتی اور قلت سامانی کا حوالہ دیا اور اپنی محتاجی کا برملا اعتراف کیا اور جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کے دربار میں جانے کی بات کہی تو اس موقع پر "رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي، وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي، يَفْقَهُوا قَوْلِي" (سورہ طٰہٰ: ۲۵-۲۸) (ترجمہ: اے میرے پروردگار! میرا سینہ میرے لیے کھول دے، اور میرے کام کو میرے لیے آسان کردے۔ اور میری زبان کی گرہ بھی کھول دے، تاکہ لوگ میری بات کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔) جیسی پیاری دعا کرکے اپنی لکنت زبان کا شکوہ کیا اور اس مہم میں یاری و مددگاری کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی: "وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي، هَارُونَ أَخِي"

عیسیٰ علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی کو دیکھیں اور اس کا مطالعہ کریں تو یقین ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی بخشش ومغفرت کے لیے دعا کا ہی سہارا لیا اور رب تعالیٰ کو ان معنیٰ خیز کلمات کے ذریعہ خطاب کیا: "إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" (المائدہ: ۱۱۸) ترجمہ: اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرمادے تو تو زبردست ہے حکمت والا ہے۔

ہمارے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی دعا ومناجات کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ آپ کا اول وآخر سہارا اور ذریعہ عبادت دعا ہی تھی۔ اسلام کے ابتدائی ادوار میں جب قریش مکہ کے مظالم کی انتہاء ہونے لگی "متی نصر اللہ" کی بات کہی جانے لگی اور ایذا رسانیوں کا سلسلہ دراز اور شدید ہونے لگا تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعائیں کیں جو مقبول ہوئیں، اور جب معین ومددگاروں اور تائیدکاروں کی ضرورت پڑی تو "اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَكَانَ أَحَبُّهُمَا إِلَى اللَّهِ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ" (سنن ترمذی: ۳۶۸۱، شیخ البانی نے اسے صحیح ترمذی میں صحیح قرار دیا ہے) کے الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی اور اس دعا کے صلے میں عمر بن خطاب مشرف بہ اسلام ہوئے اور وہ اسلام اور مسلمانوں کے جانی دشمن رہ چکنے کے بعد حامی وناصر اسلام ومسلمین ہوئے اور حق کے اظہار اور غلبہ کا ذریعہ بنے۔

اللہ جل شانہ نے پیارے رسول ﷺ کو جس مقصد عظیم اور رسالت خالدہ کی تبلیغ ودعوت اور انسانیت کے فوز وفلاح کے لیے بھیجا تھا۔ اس کام کو بدرجہ اتم واحق اور پوری قوت وجاں فشانی اور قربانی کے ساتھ پیش کرنے کے باوجود جب اہل طائف نے انکار ہی نہیں کیا بلکہ اس نصح وخیرخواہی اور اخلاص وقربانی کا جواب انتہائی ظلم وزیادتی اور بدبختی سے دیا اور آپ کے اخلاص اور محنت ومحبت کا صلہ آپ کے خلاف اوباشوں کو ورغلانے، کتوں کو بھونکنے اور پتھروں کی بارش کرنے سے دیا، جسم زخموں اور خون سے بھر گئے، آپ نڈھال ہوکر گر گئے، ایسی حالت میں آپ کو بس ایک ٹیس اور درد تھا جس

نے بے چین کر رکھا تھا، وہ تھا قوم کی تباہی اور اس کی بربادی کہ وہ نبی پر ظلم کرکے کیسے کامیاب ہوسکتی ہے۔ چنانچہ آپ نے دعا کی: "اللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَإِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ"، ترجمہ: پروردگار! تو میری قوم کو راہ راست پر گامزن فرما، یہ نادان ہیں۔

بدر میں بھی آپ کا یہی سہارا تھا اور سخت حالات میں جبکہ آپ کے چاروں طرف یاروں و مددگاروں کا جم گھٹا تھا اور ان جاں نثاروں نے پروانہ وار جان نچھاور کرنے کے لیے نعرہ لگایا: ہم آپ کے آگے سے لڑیں گے، دائیں سے بائیں سے اور چوطرفہ لڑیں گے۔ یہ ایشیاء وعرب کی زمین ہی کیا ہم حبشہ وافریقہ تک گھستے چلے جائیں گے اور ہم کسی کو کسی طرح خاطر میں نہ لائیں گے: "لَوْ خُضْتَ بِنَا ھٰذَا الْبَحْرَ لَخُضْنَاهُ مَعَكَ مَا تَخَلَّفَ مِنَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ"، ترجمہ: اگر آپ ہمیں لے کر اس سمندر میں بھی گھس جائیں تو ہم آپ کے ہمراہ اس میں بھی گھس جائیں گے اور ہم میں سے کوئی بھی انسان پیچھے نہیں رہے گا۔

ایک طرف یہ تیاری ہے اور جوش وولولہ جہاد اور فدائیت ہے تو دوسری طرف اللہ جل شانہ سے قرب وتعلق اور مناجات کا یہ عالم ہے کہ فتح سے پہلے فتح وکامرانی کا جھنڈا بلند کرنے کے لے اللہ تعالیٰ کو ان جذبات اور شدت احساس سے پگھل کر یہ بھی کہہ رہے ہیں: "اللّٰھُمَّ أَنْجِزْ لِی مَا وَعَدْتَنِی اللّٰھُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِی اللّٰھُمَّ إِنْ تُھْلِكْ ھٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَھْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِی الْأَرْضِ"، ترجمہ: اے اللہ! تو اپنا وعدہ پورا فرما، اے اللہ! تو اپنا وعدہ ہمیں عطا فرما۔ اے پروردگار! اگر مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک وبرباد ہوگئی تو زمین میں تیری عبادت نہیں کی جاسکے گی۔

آپ میدانِ بدر میں لڑائی شروع ہونے سے قبل ہی سے جبکہ دشمن تیاریوں میں مصروف ہیں اور فریقین میدان میں فوجیں اتار رہے ہیں، رب سے سرگوشی و مناجات میں اس قدر مشغول ومنہمک ہیں کہ چادر مبارک جسم اطہر سے گر کر زمین پر آرہی ہے اور آسمان سے فتح ونصرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی یہ حالت دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہوگئے: "یَا نَبِیَّ اللّٰہِ كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ، فَإِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ"، ترجمہ: اے اللہ کے نبی! رب کے سامنے گریہ وزاری بند کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔

اللہ جل شانہ سے جو راز ونیاز، بندگی وعبادت اور سوال وجستجو آپ ﷺ نے کرلیا وہ اب کافی وافی ہے۔ زندگی کے دیگر احوال ووقائع اور روزمرہ کے حوائج حتی کہ جوتی کے تسمہ کے لیے بھی اللہ ہی سے دعا کی جارہی ہے۔ عزیزو! آپ بھی دعا جیسی عظیم عبادت کی حقیقت کو پا جایئے اور اسے اپنا وظیفہ بنالیجیے۔

اس کارگہ حیات میں مشکلات وپریشانیوں سے نجات اور پرامن وسعادت زندگی اور اخروی سرخروئی کے لیے دعا مومن کا سب بڑا اور کامیاب ترین ہتھیار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبادت وریاضت، میدان عمل اور دن کے اجالے اور رات کے اندھیرے میں رب کی یاد اور اس سے فریاد اور دعا سے قلب وجگر اور زبان ودہن تر رکھا کرتے تھے اور تاکید فرماتے تھے اور امت کو اس کی تلقین کرتے نہیں تھکتے تھے حتی کہ اس کثرت سے "اللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ" اور "یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِی عَلَى دِینِكَ" کا ورد فرماتے تھے کہ صحابۂ کرام نے برجستہ سوال کرلیا اور فکرمندی رسول ﷺ کو بھانپ کر اور آپ کے مقام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کہ آپ کے پاؤں کبھی تزلزل کے شکار نہیں ہوسکتے اور نہ آپ کے دل کو دنیا اور نہ اس طرح کی آلائش سے نسبت ہوسکتی ہے۔ یہ تکرار اور بار بار اس دعا کے دوہرانے کے کیا معنیٰ ہیں؟! آپ ہمارے بارے میں کس اندیشہ میں مبتلا ہیں؟: "یَا رَسُولَ اللّٰہِ آمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهِ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا؟"، یہ جو زمانے نے آپ کی دعوت کو جھٹلا اور ٹھکرا دیا ہے اور کفر وعناد کی انتہاء کردی ہے، لب کھولنا بھی مشکل کردیا ہے بلکہ جان کے لالے پڑگئے ہیں، ان حالات میں ہم آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کی صداقت ورسالت کا دل وجان سے اقرار اور اعلان کیا اب جبکہ حالات کا رخ ہی ہماری طرف مڑ چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتح ونصرت سے ہمکنار کردیا ہے تو آپ ہمارے ایمان کے بارے میں فکرمند ہیں کہ ہم دین سے پھر جائیں گے، ہمارے دل کج مج ہوجائیں گے اور ایمان کے راستے سے پلٹ جائیں گے اور ہمارے قدم راہِ حق سے ڈگ مگ ہوجائیں گے وغیرہ وغیرہ، اندیشہ ہائے دراز میں مبتلا ہیں۔ آپ کو ڈر ہے کہ جب ہم ان سخت امتحانات وابتلائات اور شدائد ومحن میں ثابت قدم رہ گئے تو اب اس یسر وسہولت کے دور میں کیوں کر منہ پھیر سکتے ہیں کہ اب آپ اس طرف توجہ دلا رہے ہیں؟ آخر ماجرا کیا ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا تھا: "إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ، كَقَلْبٍ وَاحِدٍ، يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ"، (صحیح مسلم: ۴۵۶۲)

ہمارے اسلاف صحابہ کرام، تابعین عظام، محدثین ومفسرین ذی احترام، خادمین دین، ائمہ عظام اور فقہاء ومحدثین کی یہی دعا تھی اور تقریباً سب کا یہی وظیفہ تھا کہ "وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا" ترجمہ: میں کبھی بھی تجھ سے دعا کرکے محروم نہیں رہا۔

امام المتقین وسید المسلمین اور امام الانبیاء ﷺ کی سنن وہدایات کے سب سے بڑے متبع، اپنے زمانے میں خلق خدا کے سب سے بڑے محسن ومحب اور اپنے دشمنان جانی پر رحم کھانے والے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جن کے بعد ان کے علم وتقویٰ کا پاسنگ کرنے والا ابھی اب تک پیدا نہیں ہوا اور ان کے افق علمی اور فلک ہائے علمیہ کے سامنے تاجوران علم وفقہ کی پگڑی سروں سے گر جاتی تھی جب وہ اس امام ہمام کے علوم ومعارف کی بلندی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ بھی رات کے اندھیرے میں آبادی سے دور ویرانے میں پڑی قدیم مساجد میں جاکر سجدہ ریز ہوجاتے اور "یا معلم ابراہیم علمنی" جیسی دعاؤں میں روتے اور گڑگڑاتے تھے۔ سچ کہا ہے:

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

الغرض تمام ہی علماء وفقہاء، محدثین ومجاہدین، عبادوزہاد اور اساتذہ وطلبہ، عوام و حکام مسلمین کا یہی وطیرہ ہوا کرتا تھا کہ وہ رہبان باللیل وفرسان بالنہار تھے اور آہ سحر گاہی، دعا نیم شبی اور مناجات الٰہی میں ان کے اوقات بسر ہوتے تھے اور اس عبادت عظمی اور تعلق خاطر کبری کو اپنی قوت سمجھتے تھے اور کسی لحہ اللہ تعالی کی عبادت اور رحمتوں سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

کاش کہ امت اس دعا اور دعوت کی اہمیت کو سمجھتی، ہمارے علماء، نوجوان، شباب وشبان، بچے بوڑھے اور مرد وعورت اس کو وظیفہ زندگی بناتے اور پھر دیکھتے کہ ان کے باغِ حیات اور گلشن ہستی میں کیسی بہار آتی ہے

اَ تَهزَأُ بِالدُّعَاءِ وَتَزدَرِيهِ
وَ مَا تَدرِي بِمَا صَنَعَ الدُّعَاءُ
سِهَامُ اللَّيلِ لَا تُخطِي وَلَكِن
لَهَا اَمَدٌ وَ لِلاَمَدِ اِنقِضَاءُ

ترجمہ: کیا تم دعا کا مذاق اڑاتے ہو اور اسے حقیر سمجھتے ہو۔ تمہیں دعا کی اہمیت و افادیت کا اندازہ نہیں ہے۔ رات کے تیر بے نشانہ نہیں جاتے لیکن اس کے بھی وقت ہوتے ہیں اور وقت ختم ہوجاتے ہیں تو مناسب وقت میں دعا اپنا اثر دکھاتی ہے۔

دراصل رب کے حضور دعا کا باب باب عالی ہے۔ اس سے جس کا لو لگا ہے اس کا دامن کبھی خالی نہیں رہا ہے۔ عجائب عالم میں اس کے طلسماتی اور کرشماتی ومعجزاتی آثار ونتائج سب سے نرالے ہیں، اسے اپنے پلو سے باندھ لو اور دنیا وآخرت کی ساری سرخروئیوں، کامرانیوں اور فتح مندیوں کو پالو۔

میرے عزیزو اور جیالو! اگر گناہوں میں لت پت ہوچکے ہو، معاصی وعصیان کے پہاڑ جمع کرلیے ہو، اپنے نفسوں پر ظلم کی انتہاء کرلی ہے، پاپ کے گھڑے بھر چکے ہیں اور تم نے اب راہ ورسم رجوع ومناجات اور باریابی کا کوئی منفذ نہیں چھوڑا ہے تو بس اتنا یاد رکھو کہ تمہارے ایمان واسلام کا ابھی کچھ نہیں ہوا ہے۔ اب بھی پانسہ پلٹ دینا تیرے اختیار میں مولیٰ نے دے رکھا ہے بس اس مولا وآقا کو جان لو کہ وہ دے کر خوش ہوتا ہے اور معاف کرکے بے انتہاء خوش ہوتا ہے اور اس کا یہ عام اعلان یاد رکھو: "قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ" (سورۃ الزمر:۵۳) ترجمہ: (میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔) اسی رب کریم کی شفقت ومحبت اور رحمت بھری یہ پیشکش ہے۔

اور یاد رکھو کہ تمہارے پاپ اور گناہ آسمان بھر کے بھی ہوجائیں تو بھی اپنے رب اور آقا ومولیٰ کی طرف خالص طور پر رجوع کروگے تو وہ اسی قدر رحمتوں اور مغفرتوں کے ساتھ تمہیں اپنالے گا۔

ہاں، اپنے گناہوں کو یاد کرو، اس کی سنگینی کو پہچانو، اس کی ہولناکی سے بچ کر اپنے رب کو اس یقین کے ساتھ پکارو کہ اس کی رحمتیں اس کے غضب کو جو تم دعوت اپنے گناہوں سے دیتے ہو اس سے کہیں زیادہ ہیں۔

يَا رَبِّ إِنْ عَظُمَتْ ذُنُوبِي كَثْرَةً
فَلَقَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّ عَفْوَكَ أَعظَمُ
إِنْ كَانَ لَا يَرْجُوكَ إِلَّا مُحْسِنٌ
فَبِمَنْ يَلُوذُ وَ يَسْتَجِيرُ الْمُجْرِمُ
أَدْعُوكَ رَبِّ كَمَا أَمَرْتَ تَضَرُّعاً
فَإِذَا رَدَدْتَ يَدِي فَمَنْ ذَا يَرْحَمُ
مَا لِي إِلَيْكَ وَسِيلَةٌ إِلَّا الرَّجَا
وَجَمِيلُ عَفْوِكَ ثُمَّ أَنِّي مُسْلِمُ

(ابونواس)

اے میرے پروردگار! میرے گناہ گرچہ ہمالیائی ہیں لیکن مجھے یہ پتا ہے کہ تیری معافی اس سے بھی عظیم تر ہے۔ اگر تجھ سے صرف محسن (نیکوکار) ہی تجھ سے امید رکھ سکتے ہیں تو پھر جرم میں ملوث انسان کس کی پناہ میں آئے گا اور کس سے لو لگائے گا۔ اے میرے پروردگار! تونے جیسا حکم دیا ہے اسی طرح فروتنی کے ساتھ تجھے پکار رہا ہوں۔ اگر تو ہی میرے ہاتھوں کو لوٹا دے گا تو پھر رحم وکرم کا معاملہ کون فرمائے گا۔ میرے پاس امید اور تیری خوبصورت معافی کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ کار نہیں ہے پھر مزید ایک بات یہ ہے کہ میں مسلم ہوں۔۔۔۔۔

در در سے ٹھکرا کر کے سر رکھا تیری درگاہ پر
تو بھی نہ کر در سے بدر تجھ بن نہیں کوئی میرا

کہتے ہیں کہ ابونواس جیسا ہجوگو شاعر بھی محض ان اشعار مبنی برابتہال، تضرع کے ذریعہ بخش دیا جائے گا اور اس کے تمام ہزلیات وغزلیات کے مقابلے میں یہ چند اشعار ہی رحمت الٰہی کی برکھا برکھانے کے کافی ووافی ہیں ان شاء اللہ

میرے محترم قارئین اور میرے عزیزو! اللہ پر یقین رکھنے والے میرے بھائیو! ماہ صیام کے بقیہ چند ایام اور ساعتوں کو غنیمت جانتے ہوئے کار خیر میں سبقت کرنے اور کاہلی اور گناہوں سے بچنے کے ساتھ دعا جیسے عظیم سلاح سے مسلح ہوکر کامیاب وکامران ہوجائیں اور اپنے رب کریم کے سامنے دست سوال دراز کرکے دامن مراد بھر لیں اور ہمیں بھی اپنی ان نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔

مولانا ابو حمدان اشرف فیضی
جامعہ محمدیہ عربیہ رائیدرگ

ذکرواذکار: فضائل، فوائد اور ثمرات

۞**آخرت میں اجر عظیم:** ذکر ایک عظیم الشان عمل ہے، چھوٹے چھوٹے اذکار پر بڑے بڑے اجروثواب کی بشارت دی گئی ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے اوقات کی حفاظت کریں، دورحاضر میں اکثر مردوخواتین کے اوقات موبائل فون پر گیمز کھیلنے اور سیریل وکارٹون دیکھنے میں ضائع ہورہے ہیں، ذکرواذکار ایسا عمل ہے جس کے لیے زمان ومکان کی کوئی قید نہیں ہے، اس کے لیے تعلیم یافتہ ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ مرد، عورت، چھوٹے، بڑے، صحت مند، بیمار، بستر پر لیٹے لیٹے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سفروحضر میں ہر حال میں ذکر کی پابندی کرکے اجر عظیم حاصل کرسکتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا** [**الأحزاب: ۳۵**] بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان (سب کے) لیے اللہ تعالیٰ نے (وسیع) مغفرت اور بڑا ثواب تیار کررکھا ہے۔

فضیلت والے بعض اذکار:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ: حدیث میں ہے: **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ، كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ، وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتَّى يُمْسِيَ، وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ، إِلَّا أَحَدٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ** [**صحيح البخاري: كِتَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ، بَابُ صِفَةِ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ: ۳۲۹۳**] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دن بھر میں سو مرتبہ یہ دعا پڑھے گا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، نہیں ہے کوئی معبود برحق، سوا اللہ تعالیٰ کے، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے۔ اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اسے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ سو نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی اور سو برائیاں اس سے مٹادی جائیں گی۔ اس روز دن بھر یہ دعا شیطان سے اس کی حفاظت کرتی رہے گی۔ تا آنکہ شام ہوجائے اور کوئی شخص اس سے بہتر عمل لے کر نہ آئے گا، مگر جو اس سے بھی زیادہ یہ کلمہ پڑھ لے۔

دس مرتبہ یہ ذکر پڑھنے کا فائدہ دوسری حدیث میں ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ: مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، عَشْرَ مِرَارٍ، كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ أَرْبَعَةَ أَنْفُسٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ** [**صحيح مسلم: كِتَابُ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ، بَابُ فَضْلِ التَّهْلِيلِ وَالتَّسْبِيحِ وَالدُّعَاءِ: ۲۶۹۳**] عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ**، دس مرتبہ کہے اس کو اتنا ثواب ہوگا جیسے چار شخصوں کو اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے آزاد کرایا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ: حدیث میں ہے: **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ، حُطَّتْ خَطَايَاهُ، وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ** [**صحيح البخاري: كِتَابُ الدَّعَوَاتِ، بَابُ فَضْلِ التَّسْبِيحِ: ٦٤٠٥**] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ دن میں سو مرتبہ کہا، اس کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں، خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے: **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ وَحِينَ يُمْسِي: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، مِائَةَ مَرَّةٍ، لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ، إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ، أَوْ زَادَ عَلَيْهِ** [**صحيح مسلم: كِتَابُ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ، بَابُ فَضْلِ التَّهْلِيلِ وَالتَّسْبِيحِ وَالدُّعَاءِ: ۲۶۹۲**] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح کو اور شام کو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سو بار کہے قیامت کے دن اس سے بہتر کوئی عمل لے کر نہ آئے گا مگر جو اتنا ہی یا اس سے زیادہ کہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ: حدیث میں ہے: **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ** [**صحيح البخاري:**

كِتَابُ التَّوْحِيدِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ: ٧٥٦٣] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں، جو زبان پر ہلکے ہیں اور قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں بوجھل اور باوزن ہوں گے، وہ کلمات مبارکہ یہ ہیں: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔

سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ: حدیث میں ہے: عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ أَرْبَعٌ، سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ [صحيح مسلم: كِتَابُ الْآدَابِ، بَابُ كَرَاهَةِ التَّسْمِيَةِ بِالْأَسْمَاءِ الْقَبِيحَةِ: ٢١٣٧] سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار کلمے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہیں: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، ان میں سے جس کو چاہو پہلے کہو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے: عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَآنِ، أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ [صحيح مسلم: كِتَابُ الطَّهَارَةِ، بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ: ٢٢٣] ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طہارت آدھے ایمان کے برابر ہے اور الحمد للہ بھر دے گا ترازو کو (یعنی اس قدر اس کا ثواب عظیم ہے کہ اعمال تولنے کا ترازو اس کے اجر سے بھر جائے گا) اور سبحان اللہ اور الحمد للہ دونوں بھر دیں گے آسمانوں اور زمین کے بیچ کی جگہ کو (اگر ان کا ثواب ایک جسم کی شکل میں فرض کیا جائے)۔

اسی طرح حدیث میں ہے: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا عَلَى الْأَرْضِ أَحَدٌ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، إِلَّا كُفِّرَتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ، وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ [سنن الترمذي: أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابٌ فَضْلُ التَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّحْمِيدِ: ٣٤٦٠، حسن] عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین پر جو کوئی بھی بندہ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، کہے گا۔ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی کام کے کرنے کی کسی میں نہ کوئی طاقت ہے اور نہ ہی قوت، اس کے (چھوٹے چھوٹے) گناہ بخش دیے جائیں گے، اگرچہ سمندر کی جھاگ کی طرح (بہت زیادہ) ہوں۔ حدیث نبوی ﷺ ہے: عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ أَلْفَ حَسَنَةٍ؟ فَسَأَلَهُ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ: كَيْفَ يَكْسِبُ أَحَدُنَا أَلْفَ حَسَنَةٍ؟ قَالَ: يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ، فَيُكْتَبُ لَهُ أَلْفُ حَسَنَةٍ، أَوْ يُحَطُّ عَنْهُ أَلْفُ خَطِيئَةٍ [صحيح مسلم: كِتَابُ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ، بَابُ فَضْلِ التَّهْلِيلِ وَالتَّسْبِيحِ وَالدُّعَاءِ: ٢٦٩٨] مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے یہ حدیث بیان کی، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ہر روز ہزار نیکیاں کمانے سے عاجز ہے؟ آپ ﷺ کے پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک شخص نے پوچھا: (ایک دن میں) ہم میں سے کوئی ایک ہزار نیکیاں کیسے کما سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سو بار سبحان اللہ کہے تو ہزار نیکیاں اس کے لیے لکھی جائیں گی یا ہزار گناہ اس کے مٹائے جائیں گے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ: حدیث میں ہے: عَنْ جُوَيْرِيَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا، ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْحَى وَهِيَ جَالِسَةٌ، فَقَالَ: مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ [صحيح مسلم: كِتَابُ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ، بَابُ التَّسْبِيحِ أَوَّلَ النَّهَارِ وَعِنْدَ النَّوْمِ: ٢٧٢٦] جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ صبح سویرے ان کے پاس سے نکلے جب آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی، وہ اپنی نماز کی جگہ میں تھیں، پھر آپ ﷺ چاشت کے وقت لوٹے، دیکھا تو وہ وہیں بیٹھی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسی حال میں رہیں جب سے میں نے تم کو چھوڑا؟ جویریہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے بعد تین مرتبہ چار کلمے کہے اگر وہ وزن کیے جائیں ان کلموں کے ساتھ جو تم نے اب تک کہے ہیں تو وہ بھاری پڑ جائیں گے، وہ کلمے یہ ہیں: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ یعنی اللہ کی پاکی ہے اس کی حمد کے ساتھ اس کی مخلوقات کی تعداد کے برابر اور اس کی رضامندی اور خوشی کے برابر اور اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر (یعنی بے انتہا اس لیے کہ اللہ کے کلموں کی کوئی حد نہیں، سارا سمندر اگر سیاہی ہو تو وہ ختم ہو جائیں اور اللہ کے کلمے تمام نہ ہوں)۔

فرض نمازوں کے بعد کے اذکار: حدیث میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ مِنَ الْأَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلَا وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ أَمْوَالٍ يَحُجُّونَ بِهَا وَيَعْتَمِرُونَ وَيُجَاهِدُونَ وَيَتَصَدَّقُونَ، قَالَ: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ إِنْ أَخَذْتُمْ أَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ أَحَدٌ بَعْدَكُمْ، وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ أَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِ إِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ: تُسَبِّحُونَ وَتَحْمَدُونَ وَتُكَبِّرُونَ خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ [صحيح البخاري: كِتَابُ الْأَذَانِ، بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ: ۸۴۳] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نادار لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ امیر و رئیس لوگ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی جنت حاصل کر چکے، حالانکہ جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں، لیکن مال و دولت کی وجہ سے انہیں ہم پر فوقیت حاصل ہے کہ اس کی وجہ سے وہ حج کرتے ہیں۔ عمرہ کرتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں اور صدقے دیتے ہیں، (اور ہم محتاجی کی وجہ سے ان کاموں کو نہیں کر پاتے) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ لو میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاتا ہوں کہ اگر تم اس کی پابندی کرو گے تو جو لوگ تم سے آگے بڑھ چکے ہیں انہیں تم پالو گے اور تمہارے مرتبہ تک پھر کوئی نہیں پہنچ سکتا اور تم سب سے اچھے ہو جاؤ گے سوا ان کے جو یہی عمل شروع کر دیں، ہر نماز کے بعد ۳۳/۳۳/ مرتبہ سبحان الله، الحمد لله اور الله أكبر کہا کرو۔

دوسری حدیث میں ہے: عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ أَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ: ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ تَسْبِيحَةً، وَثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ تَحْمِيدَةً، وَأَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ تَكْبِيرَةً [صحيح مسلم: كِتَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعُ الصَّلَاةِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ وَبَيَانِ صِفَتِهِ: ۵۹۶] کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز کے پیچھے کچھ ایسی دعائیں پڑھنے کی ہیں کہ ان کا پڑھنے والا یا ان کا بجالانے والا ہر نماز فرض کے بعد کبھی (ثواب سے یا بلند درجوں سے) محروم نہیں ہوتا، (وہ یہ ہیں) ۳۳/ بار سبحان اللہ اور ۳۳/ بار الحمد للہ اور ۳۴/ بار اللہ اکبر کہنا۔ ایک اور حدیث میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَبَّحَ اللهَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَحَمِدَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبَّرَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ، وَقَالَ، تَمَامَ الْمِائَةِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، غُفِرَتْ خَطَايَاهُ، وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ [صحيح مسلم: كِتَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعُ الصَّلَاةِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ وَبَيَانُ صِفَتِهِ: ۵۹۷] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ہر نماز کے بعد ۳۳/ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳/ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳/ مرتبہ اللہ اکبر کہے تو یہ ننانوے کلمے ہوں گے اور سو کی گنتی پوری کرنے کے لئے ایک بار لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھے یعنی کوئی معبود عبادت کے لائق نہیں مگر اللہ، اکیلا ہے وہ، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی ہے سلطنت اور اسی کے لیے سب تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے" تو اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر (یعنی بے حد) ہوں۔

صبح وشام کے اذکار: اسی طرح مرد و خواتین کو چاہیے کہ صبح وشام کے اذکار کا خصوصاً التزام کریں، کیوں کہ ان اذکار کی بڑی اہمیت ہے اور بڑے اجرو ثواب ہیں نیز دنیوی اعتبار سے آفتوں اور بلاؤں سے حفاظت کرنے میں یہ اذکار بہت مؤثر ہیں، حدیث نبوی ﷺ ہے: عن عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ قَالَ: بِاسْمِ اللهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتَّى يُصْبِحَ، وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتَّى يُمْسِيَ، قَالَ: فَأَصَابَ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ الْفَالِجُ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ الَّذِي سَمِعَ مِنْهُ الْحَدِيثَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: مَا لَكَ تَنْظُرُ إِلَيَّ؟ فَوَاللهِ مَا كَذَبْتُ عَلَى عُثْمَانَ، وَلَا كَذَبَ عُثْمَانُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنَّ الْيَوْمَ الَّذِي أَصَابَنِي فِيهِ مَا أَصَابَنِي غَضِبْتُ فَنَسِيتُ أَنْ أَقُولَهَا [سنن أبي داود: أَوَّلُ كِتَابِ الْأَدَبِ، أَبْوَابُ النَّوْمِ، بَابٌ مَا يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ: ۵۰۸۸، صحيح] عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص تین بار بِاسْمِ اللهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، اللہ کے نام سے کہ جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے، کہے تو اسے صبح تک اچانک کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی، اور جو شخص تین مرتبہ صبح کے وقت اسے کہے تو اسے شام تک اچانک کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی، راوی حدیث ابومودود کہتے ہیں: پھر راوی حدیث ابان بن عثمان پر فالج کا حملہ ہوا تو وہ شخص جس نے ان سے یہ حدیث سنی تھی انہیں دیکھنے لگا، تو ابان نے اس سے کہا: مجھے کیا دیکھتے ہو، قسم اللہ کی! نہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹی بات منسوب کی ہے اور نہ ہی عثمان نے رسول اللہ ﷺ کی طرف، لیکن (بات یہ ہے کہ) جس دن مجھے یہ بیماری لاحق

ہوئی اس دن مجھ پر غصہ سوار تھا (اور غصے میں) اس دعا کو پڑھنا بھول گیا تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَالَ حِينَ يُمْسِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَضُرَّهُ حُمَةٌ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، قَالَ سُهَيْلٌ: فَكَانَ أَهْلُنَا تَعَلَّمُوهَا، فَكَانُوا يَقُولُونَهَا كُلَّ لَيْلَةٍ، فَلُدِغَتْ جَارِيَةٌ مِنْهُمْ فَلَمْ تَجِدْ لَهَا وَجَعًا [سنن الترمذي: أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابٌ: ٣٦٠٤، صحيح] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے شام کے وقت تین مرتبہ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھا، اسے اس رات کوئی بھی ڈنک مارنے والا جانور تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ سہیل بن ابی صالح کہتے ہیں: میرے گھر والوں نے اسے سیکھا اور ہر رات اسے پڑھتے، پھر میرے گھر والوں میں سے ایک لونڈی کو کسی جانور نے ڈنک مارا تو اس ڈنک سے اسے کچھ بھی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: أذكار الصباح والمساء بمثابة الدرع كلما زادت سماكته لم يتأثر صاحبه، بل تصل قوة الدرع أن يعود السهم فيصيب من أطلقه [الوابل الصيب: ١٧] صبح وشام کے اذکار جنگی زرہ کی طرح ہیں زرہ جتنی موٹی ہوگی آدمی اسی قدر دشمن کی تیروں اور تلواروں سے متاثر نہیں ہوگا، (محفوظ رہے گا) بلکہ کبھی کبھی زرہ کی قوت اس حد تک ہوتی ہے کہ تیر اپنے مارنے والے کو جا لگتا ہے (یعنی پلٹ کر اسی کو لگ جاتا ہے)۔ شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: أذكار الصباح والمساء أشد من سور يأجوج ومأجوج في التحصن لمن قالها بحضور قلب [موقع طريق الإسلام] صبح وشام کے اذکار یاجوج ماجوج کی دیوار سے زیادہ مضبوط ہیں (آفتوں اور بلاؤں سے) حفاظت میں اس شخص کے لیے جو حضور قلب کے ساتھ انہیں پڑھتا ہے۔

منتخب اذکار: ذیل میں بعض وہ اذکار ذکر کیے جا رہے ہیں جن کی پابندی پر جنت کی بشارت سنائی گئی ہے:

اسماء حسنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِينَ اسْمًا، مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ [صحيح البخاري: كِتَابُ التَّوْحِيدِ، بَابٌ إِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ اسْمٍ إِلَّا وَاحِدًا: ٧٣٩٢] اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جو انہیں شمار کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔

سید الاستغفار: حدیث میں ہے: سَيِّدُ الِاسْتِغْفَارِ أَنْ تَقُولَ: اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ بِذَنْبِي، فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، قَالَ: وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا، فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ [صحيح البخاري: كِتَابُ الدَّعَوَاتُ، بَابُ أَفْضَلِ الِاسْتِغْفَارِ، وَقَوْلِهِ تَعَالٰى: اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا: ٦٣٠٦] سید الاستغفار یہ ہے کہ تو کہے: اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ بِذَنْبِي، فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا ہی بندہ ہوں میں اپنی طاقت کے مطابق تجھ سے کیے ہوئے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں۔ ان بری حرکتوں کے عذاب سے جو میں نے کی ہیں تیری پناہ مانگتا ہوں، مجھ پر جو نعمتیں تیری ہیں اس کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، پس تو میری مغفرت کر دے کہ تیرے سوا اور کوئی بھی گناہ نہیں معاف کرتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے اس دعا کے الفاظ و معانی پر یقین رکھتے ہوئے دل سے ان کو کہہ لیا اور اسی دن اس کا انتقال ہو گیا شام ہونے سے پہلے، تو وہ جنتی ہے اور جس نے اس دعا کے الفاظ و معانی پر یقین رکھتے ہوئے رات میں ان کو پڑھ لیا اور پھر اس کا صبح ہونے سے پہلے انتقال ہو گیا تو وہ جنتی ہے۔

آیت الکرسی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَن قرأَ آيةَ الكرسيِّ دُبُرَ كلِّ صلاةٍ مكتوبةٍ، لمْ يمنعْهُ من دُخولِ الجنةَ إلّا أنْ يمُوتَ [أخرجه النسائي، في السنن الكبرى: ٩٩٢٨، والطبراني: ٨/١٣٤، ٧٥٣٢، واللفظ له، وابن السني في عمل اليوم والليلة: ١٢٤، صحيح الجامع: ٦٤٦٤] جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو اسے جنت میں داخل ہونے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی سوائے موت کے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ: حدیث نبوی ہے: عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ، أَوْ قَالَ: عَلَى كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ: بَلَى، فَقَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ [صحيح مسلم: كِتَابُ الذِّكْرُ وَالدُّعَاءُ وَالتَّوْبَةُ وَالِاسْتِغْفَارُ، بَابُ اسْتِحْبَابُ خَفْضِ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ: ٢٧٠٤] ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: کیا میں تجھ کو بتلاؤں ایک کلمہ جنت کے خزانوں میں سے یا ایک خزانہ جنت کے خزانوں میں سے؟ میں نے عرض کیا: ہاں کیوں نہیں، ضرور بتلائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ۔

رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا: حدیث میں ہے:مَنْ قَالَ: رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ [سنن أبي داود: كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابٌ فِي الِاسْتِغْفَارِ: ١٥٢٩، صحيح] جس نے یہ ذکر کیا: رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔دوسری حدیث میں ہے:مَن قال إذا أصبح رضيتُ باللهِ ربًّا وبالإسلامِ دينًا وبمحمَّدٍ نبيًّا فأنا الزَّعيمُ لآخُذَنَّ بيدِه حتى أُدْخِلَه الجنَّةَ [مجمع الزوائد: ١٠/١١٩، إسناده حسن، صحيح الترغيب: ٦٥٧، السلسلة الصحيحة: ٢٦٨٦] جو شخص صبح کے وقت یہ ذکر کہے: رَضِيتُ باللهِ رَبًّا، وبالإسلامِ دِينًا وبمحمدٍ نبيًّا، تو میں ضامن ہوں، میں ضرور اس کا ہاتھ پکڑوں گا یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل کروں گا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ: حدیث میں ہے: من قال سبحانَ اللهِ وبحمدِه غُرِست له نخلةٌ في الجنةِ [مجمع الزوائد: ١٠/٩٧، إسناده جيد، صحيح الترغيب: ١٥٣٩، أخرجه البزار: ٢٤٦٨] جو شخص سبحانَ اللهِ وبحمدِه کہے اس کے لیے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔دوسری حدیث میں ہے:عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَقْرِئْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ، وَأَنَّهَا قِيعَانٌ، وَأَنَّ غِرَاسَهَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ [سنن الترمذي: أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابٌ: ٣٤٦٢، حسن] ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میری ملاقات ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ! اپنی امت کو میری طرف سے سلام پیش کیجیے اور ان کو بتلا دیجیے کہ جنت کی مٹی پاکیزہ اور عمدہ ہے، اس کا پانی میٹھا ہے اور وہ ایک چٹیل میدان ہے اور سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ کہنا، وہاں درخت لگانا ہے۔

مجلس ذکر کی اہمیت: حدیث میں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ [صحيح مسلم: كِتَابُ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ، بَابُ فَضْلِ الِاجْتِمَاعِ عَلَى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ: ٢٧٠٠] جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ (اطمینان اور دل کی خوشی) ان پر اترتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے۔سبحان اللہ! ہم اپنی مجلسوں کا جائزہ لیں، یہ حقیقت ہے کہ ہماری اکثر مجلسیں غیبت، چغلی، ہنسی و مذاق اور لایعنی باتوں پر مشتمل ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مجلسوں کو ہر قسم کے گناہوں سے پاک رکھنے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ مذکورہ اذکار خاص طور پر پڑھیں، ان کے علاوہ سونے جاگنے کے اذکار، کھانے پینے کے اذکار، گھر سے باہر جانے اور گھر میں داخل ہونے کے اذکار اور چھوٹے چھوٹے مخصوص اذکار، جن کے فضائل احادیث میں بیان کیے گئے ہیں ان تمام اذکار کی ہم پابندی کریں، ہمیں چاہیے کہ فرصت کے لمحات کی قدر کریں اور ان سے بھرپور مستفید ہوں، کثرت سے ذکر الٰہی کا اہتمام کریں، بلاشبہ اللہ کا ذکر جنت میں لے جانے والا عظیم عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک توفیق دے۔آمین۔

مضمون نویسوں سے گزارش

۱۔ مضمون صاف، خوشخط یا کمپیوٹرائزڈ بھیجیں۔

۲۔ مضمون کی اصل کاپی روانہ کریں۔شائع شدہ مضامین ارسال نہ فرمائیں۔

۳۔ مضمون کی فوٹو کاپی دفتر کو ارسال نہ کریں، فوٹو کاپی میں بعض حروف مٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے مضامین کی اشاعت روک دی جاتی ہے۔

۴۔ مضمون نگار حضرات اپنا پورا پتہ اور موبائل نمبر ضرور لکھیں۔

۵۔ کسی مضمون میں اقتباس نقل کرتے وقت کتابوں کا حوالہ ضرور دیں۔

۶۔ قرآنی آیات اور احادیث کی پوری تخریج اور مصادر کا حوالہ ذکر کریں۔

۷۔ کسی دینی مسئلہ پر کوئی مضمون ہو تو اس پر ہر ناحیے سے بحث کرنے کے بعد راجح موقف بیان کریں۔

۸۔ اپنے مضامین میں پرجوش خطیبانہ یا منافرت پھیلانے والے اسلوب سے گریز کریں۔

(ادارہ جریدہ ترجمان)

عبادتوں سے منحرف کون ہوتا ہے........؟

محمد شارب ابن شاکر السلفی
بینی پٹی، مدھوبنی

عید کی چاند نظر آتے ہی عوام الناس کی اکثریت عبادت و بندگی سے دور ہوجاتی ہے، اِدھر چاند نکلتا ہے اُدھر مساجد ویران، ذکر و ورد ختم، مصحف کی تلاوتیں بند، وہی پرانی والی روش، وہی رفتار بے ڈھنگی، وہی ڈال وہی پات، عوام وخواص عبادتوں سے بھاگتے ہیں اِدھر سرکش شیطانوں کو آزادی نصیب ہوتی ہے اُدھر مسلمانوں کی معصیت وطغیانیت کی شروعات ہوتی ہے، چاند کے نظر آتے ہی ہر کوئی ہر طرح کی اپنی پرانی عادتوں کو بالخصوص برائیوں کو انجام دینے میں آزادی محسوس کرتے ہوئے فخر کرتا ہے، اور صرف چند گھنٹوں میں اپنی مہینہ بھر کی محنتوں کو رائیگاں و برباد کر لیتا ہے، اس کی مثال کچھ اسی طرح ہے کہ کوئی انسان اچھی طرح سے صابن وغیرہ سے اپنے بدن کے میل کچیل کو صاف کرے، نئے کپڑے زیب تن کرے، خوشبوؤں سے معطر ہو جائے پھر اپنے جسم پر گندگی کو ملتے ہوئے یہ سمجھے کہ میں نے اچھا کام کیا ہے، بھلا ایسے آدمی کو عقل مند کون کہہ سکتا ہے۔

رمضان بھر عبادتوں میں محنت و مشقت کر کے پھر اسے ترک کر دینے والوں کی مثال اس عورت کی طرح ہے جو محنت و مشقت کر کے دھاگے تیار کرتی ہے پھر اسے ضائع و برباد کر دیتی ہے، فرمان باری تعالی ہے {وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا} اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا۔ (النحل: ۹۲) رمضان کے بعد عبادتوں سے منحرف ہو جانے کی اس سے بہتر اور کیا تمثیل بیان کی جا سکتی ہے، عبادتوں کو ترک کر دینا تو شرعاً وعقلاً غلط ہے ہی مگر عبادتوں کو انجام دے کر مقبول ہونے پر یقین کر کے بے خوف ہو جانا بھی سراسر حماقت و بیوقوفی ہے، عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ سے اس آیت { وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَّ قُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ } اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ (المومنوں: ۶۰) کے بارے میں پوچھا کہ کیا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شراب نوشی اور چوری کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "لَا يَا بِنْتَ الصِّدِّيقِ وَلَكِنَّهُمُ الَّذِينَ يَصُومُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَتَصَدَّقُونَ وَهُمْ يَخَافُونَ أَنْ لَا يُقْبَلَ مِنْهُمْ" صدیق کی بیٹی! انہیں اس سے مراد یہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں تو ان کے دلوں میں خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ عبادات رد نہ کر دی جائیں۔

(ترمذی:3175 ابن ماجہ:4198 وصححہ الالبانی)

اتنا ہی نہیں بلکہ جو لوگ اللہ کی عبادت و بندگی سے منحرف ہو جاتے ہیں تو در اصل یہی لوگ سرکشی کی راہ کو اپنانے والے لوگ ہیں فرمان باری تعالی ہے { فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا } اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو استقامت اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ سرکشی کی راہ کو اختیار کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے (ھود: ۱۱۲) اور عبادتوں سے منحرف ہو جانا بھی سرکشی کی راہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس تعلق سے اللہ نے مسلمانوں کو دعا بھی سکھلائی جس کا اہتمام کرنا بہت ضروری ہے فرمایا: {رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ} اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقینا تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔

(ال عمران: ۸) اور خود آپ ﷺ بھی ہمہ وقت اللہ سے اس بات کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے بعد پھر سے اس کی نافرمانی کی جائے، آپ ﷺ کی دعا کچھ یوں ہے کہ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ" اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! اس بات سے میں پناہ مانگتا ہوں کہ ایمان کے بعد کفر، اطاعت کے بعد معصیت، خیر کے بعد شر کی طرف لوٹوں۔ (مسلم:1343)

برادران اسلام اور معزز خواتین اسلام! رمضان کے بعد عبادتوں سے منحرف ہو کر پھر سے برائیوں کو اپنا لینا اس عہد کے خلاف بھی ہے جو ایک انسان اپنے رب سے دعا و مناجات کرتے ہوئے گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرتا ہے، اب ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنے رب سے کئے ہوئے وعدے پر قائم و دائم رہے، فرمان باری تعالی ہے: {وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا} اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم آپس میں قول و قرار اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد مت توڑو، حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن (گواہ) ٹھہرا چکے ہو۔ (النحل: ۹۱) یقینا اس سے بڑا بدنصیب و بدبخت کون ہو سکتا ہے جو اللہ کو گواہ (کبائر وصغائر گناہ کے چھوڑنے پر) بنا کر بھی اپنے عہد و پیمان کو توڑ دے۔ رمضان کے بعد عبادتوں سے منحرف ہونے والے لوگوں کے بارے میں بشر حافی رحمۃ اللہ

علیہ سے کسی نے پوچھا کہ صرف رمضان کے دنوں میں اللہ کی عبادت وبندگی کرنے والوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، انہوں نے جواب دیا کہ ایسے لوگ بہت برے ہیں جو اللہ کو صرف ایک وقت میں پہچانتے ہیں۔ کیوں نہ ہو ایسے لوگ برے جب کہ یہ عادت، یہ طور وطریقے، یہ عبات وبندگی کے نسخے دیگر اقوام عالم کے ہیں کہ وہ لوگ صرف چند ایام میں ہی اپنے معبود کو یاد کرتے ہیں، موسم در موسم پوجا پاٹ، گیت وبھجن کا راگ الاپتے ہیں پھر ایک سال تک کے لئے۔۔۔نسیا منسیا۔۔۔بھول جاتے ہیں گویا کہ جاہل عوام کی اکثریت نے عباتوں کے انجام دینے اور پھر چھوڑ دینے کا یہ اثر دیگر اقوام سے مستعار لیا ہے، حالانکہ جو رب رمضان کے مہینے میں عبادت و بندگی کے لائق ہے وہی بقیہ سارے مہینوں میں بھی عبادت کے لائق ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ میں جنت کے شوق میں عبادت نہیں کرتا کیونکہ یہ تجارت ہے، میں دوزخ کے خوف سے بھی عبادت نہیں کرتا کیونکہ یہ غلامی ہے، میں تو صرف اور صرف عبادت اس لئے کرتا ہوں کہ میرا اللہ ہی عبادت کے لائق ہے، یقینا وہ رب ذوالجلال والاکرام اس لائق ہے کہ اس کی عبادت وبندگی ہمیشہ کی جائے، اس سے سرمو انحراف نہ کیا جائے، قرآن میں بھی رب کا یہی اعلان ہے {وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ} اور تم اللہ کی عبادت وبندگی زندگی کی آخری سانس تک کیا کرو! (الحجر:۹۹) اب جو شخص زندہ رہے اور پھر بھی اللہ کی عبادت وبندگی نہ کرے تو ایسے شخص کے بارے میں علامہ امام ابن قیمؒ نے کہا کہ جس شخص کے پاس اللہ کے لیے وقت نہ ہو تو موت اس کے لیے زندگی سے بہتر ہے۔ (الداء والدواء: 186/1)

آج امت مسلمہ کی اکثریت کی یہ حالت زار دیکھ کر یہ محسوس کرنا کچھ مشکل نہیں کہ دور حاضر میں آج شیطان اپنے اس مقصد {لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ}

شیطان نے کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے آپ (اللہ) کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کے داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ (اللہ) ان میں سے اکثروں کو شکر گزار نہ پائے گا۔ (الاعراف: ۱۷-۱۶)

میں کہیں زیادہ کامیاب ہے، کیونکہ شیطان رجیم جو انسانوں کو گمراہ کرنے پر بے حد حریص ہوتا ہے ہمیشہ لوگوں کو ان کے وہم وگمان کے مطابق ہی گمراہ کیا کرتا ہے۔ جیسا کہ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ "شیطان نے ہمیشہ ہر قوم کو ہر زمانے میں اس کی سمجھ کے مطابق ہی بے وقوف بنا کر گمراہ کیا ہے" (اغاثۃ اللھفان: ۲/۲۰۲)

میرے دینی بھائیو اور بہنو! دور حاضر میں مسلمان یہ کہتے نہیں تھکتے کہ اللہ رحمن ورحیم ہے، غفار ذنوب ہے، معافی کو پسند کرتا ہے وعلی ھذا القیاس یعنی امید ورجاء میں شیطان نے حد سے آگے بڑھا دیا اور ایسے لوگوں کو "اولئک هم المعتدون" (حد سے آگے بڑھ جانے والے) کا حقدار بنا دیا، حالانکہ یہ بات تو طے ہے کہ صرف امید سے ہی کوئی چیز حاصل نہیں کی جاسکتی ہے، اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ انسان آرزوؤں کے پیچھے پڑا رہتا ہے اور موت اس کو اس سے پہلے ہی اچک لیتی ہے اور اس کی امیدیں باقی رہ جاتی ہیں۔ (الصحیحة للألبانی: 3428) اور شیطان ملعون نے لوگوں کے دلوں میں مغفرت کی امید کی آس دلا کر خوف الٰہی کو دلوں سے یکسر ہی مٹا دیا ہے، جب کہ حدیث قدسی ہے وَعِزَّتِي لَا أَجْمَعُ عَلَى عَبْدِي خَوْفَيْنِ وَلَا أَجْمَعُ لَهُ أَمْنَيْنِ إِذَا أَمِنَنِي فِي الدُّنْيَا أَخَفْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِذَا خَافَنِي فِي الدُّنْيَا أَمَّنْتُهُ یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم! میں اپنے بندے پر دو ڈر جمع نہیں کروں گا اور نہ ہی اس کے لئے دو امن اکٹھے کروں گا، جو دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا اس کو آخرت میں خوف زدہ کر دوں گا اور جو دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہا اس کو قیامت کے دن میں بے خوف کر دوں گا۔ (الصحیحة للألبانی: 2666) کہیں ہم ایسے لوگوں میں شامل تو نہیں!

یاد رکھئے! مومن خوف ورجاء، امید وبیم کے درمیان زندگی گذارتا ہے۔

امید، امید، امید یہی وہ سمجھ ہے جس کے ذریعہ شیطان نے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے مغفرت کی امید پر شرک وکفر تک کروا دیتا ہے، عبادتوں سے پہلے کوتاہی پھر دوری پھر نفرت کی بیج بو کر اللہ اور انسان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حالانکہ قرآن نے ایمان والوں کو یہ پیغام دے دیا ہے {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ} کہ اے ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، جو شخص شیطانی قدموں کی پیروی کرے گا تو وہ اسے تو بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم دے گا۔ (النور: ۲۱) مگر ہائے افسوس! آج کا مسلمان اس قول ربانی پر کان دھرنے پر راضی ہی نہیں، جبھی تو ہم دیکھتے ہیں کہ عبادتوں سے منحرف شخص شیطان کا خاص دوست بن جاتا ہے، اور چاہ کر بھی سال کے بقیہ ایام میں اللہ کی عبادت وبندگی نہیں کر پاتا، اس بات پر قرآن بھی شاہد ہے {وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ} اور جو شخص رحمان کی یاد سے غفلت کرتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے اور وہ (شیطان) انہیں راہ (صراط مستقیم) سے روکتے ہیں اور یہ (پھر بھی) اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں۔ (الزخرف: ۳۶-۳۷) اب جو شخص بعد رمضان فرائض وواجبات سے منہ موڑ لے، غفلت ولاپرواہی سے کام لے تو من جانب اللہ اس کے اوپر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے، اب ذرا تھوڑی دیر کے لیے سوچئے کہ جس

شخص پر شیطان مسلط ہو جائے تو وہ اسے ہمیشہ اللہ و رسول کی نافرمانی ہی کروائے گا، اور پھر شیطان ایسے انسان کے ذہن و دماغ پر اتنا غالب آجاتا ہے کہ انسان باطل کو حق اور حق کو باطل، خیر کو شر اور شر کو خیر سمجھنے لگتا ہے، شیطان کے اس مکر وفریب کو قرآن نے جابجا واضح الفاظ میں بیان کیا ہے، جیسے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے {وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ} اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر دیا۔ (انعام: ۴۳)

☆ یہ شیطانی تسلط ہی کا نتیجہ ہے کہ جو مساجد یکم رمضان سے اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کرتی ہے، چاند نظر آتے ہی مسلمانوں کی غفلت و بے حسی پر ماتم کرتی نظر آتی ہے۔

☆ یہ شیطانی تسلط ہی کا نتیجہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو چند روزہ عمل سے جنت کا مستحق سمجھنے لگتا ہے۔

☆ یہ شیطانی تسلط ہی کا نتیجہ ہے کہ انسان اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سارے بیان کردہ عقوبات، قبر و حشر کے کٹھن مراحل، پل صراط و جہنم کی سختی وغیرہ کو فراموش کر دیتا ہے اور صرف مغفرت کی امید لئے زندگی گذارتا ہے خواہ شیطان نے ان کے دل سے توحید جو مغفرت کی اصل ہے کو نکال کر کفر و شرک، بدعات و خرافات کی جڑیں پیوست ہی کیوں نہ کر دی ہو۔

☆ یہ شیطانی تسلط ہی کا نتیجہ ہے کہ جب کسی کو نیکی کی تلقین کی جاتی ہے تو وہ اپنے بد اعمالیوں کو ترک کرنے کے بجائے قرآن وحدیث سے غلط تاویلات و توجیہات بیان کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

☆ یہ شیطانی تسلط ہی کا نتیجہ ہے کہ عبادتوں سے دوری بھی اور ہٹ دھرمی بھی، یہ شیطانی تسلط ہی کا نتیجہ ہے کہ لوگ بعد رمضان عبادتوں کو یہ کہتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں کہ ہم نے رمضان میں اتنی اتنی عبادتیں کر لی ہیں، اب بس، بہت ہو گیا ۔۔نعوذ باللہ۔۔

☆ یہ شیطانی تسلط ہی تو ہے کہ آج کا مسلمان نصیحت کرنے والے دین کے داعیوں سے نفرت کرتا ہے۔

☆ یہ شیطانی تسلط ہی کا نتیجہ ہے کہ انسان نصیحت کر سن کر بھی اثر قبول نہیں کرتا ہے۔

☆ یہ شیطانی تسلط ہی کا نتیجہ ہے کہ آج کا مسلمان جان بوجھ کر جمعہ کے دن لیٹ آتا ہے۔

☆ یہ شیطانی تسلط ہی کا نتیجہ ہے کہ اچھا خاصہ نمازی انسان بے نمازی ہو گیا۔

کیا یہ سب شیطانی تسلط نہیں؟؟؟

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اگر ہم مسلمان اپنے معبود حقیقی کی عبادت و ریاضت میں مخلص ہوتے تو شیطان کی ہم پر نہ تو تسلط ہوتا اور نہ ہی شیطان نے ہمیں گمراہ ہی کیا ہوتا کیونکہ شیطان نے خود بارگاہ الٰہی میں اہل مخلص کے تعلق سے اپنی کمزوری و بے بسی کا اظہار کچھ یوں کیا {فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ} شیطان نے کہا پھر تو تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو یقینا بہکا دوں گا بجز تیرے ان بندوں کے جو چیدہ اور پسندیدہ ہوں، اللہ نے فرمایا سچ تو یہ (یہی) ہے اور میں سچ ہی کہتا ہوں۔ (ص: ۸۴۔۸۲) کاش کہ ہم نے اپنی عبادتوں میں اخلاص پیدا کیا ہوتا تو رب العالمین ہمیں بھی اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپ لیا ہوتا اور ہمیں اس طرح سے گمراہ نہیں ہونے دیا ہوتا تھا! مگر ہم نے ایسا نہیں کیا! ہائے افسوس!

یاد رکھیں! رمضان میں جس شخص کی نیت خالص تھی اور اس نے اس عزم مصمم کے ساتھ اللہ کی عبادت و بندگی کی کہ بعد رمضان برائی کے طرف نہیں پلٹے گا، عبادتوں کو نہیں چھوڑے گا تو اس کے روزے اور دیگر اعمال صالح دربار الٰہی میں شرف قبولیت سے نوازا جائے گا (ان شاء اللہ) یہ بھی یاد رکھیں کہ اعمال کے قبول کئے جانے کی یہ بھی علامات ہمارے اسلاف کرام نے بیان کئے ہیں کہ نیک اعمال کرنے کے بعد جب انسان اسی پر قائم رہے اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے تو مطلب یہ ہے کہ اس کے نیک اعمال قبول کر لیے گئے اور اگر اس نے نیک اعمال کرنا چھوڑ دے تو مطلب یہ کہ اس کے تمام اعمال مردود ہو گئے، اب جس کی یہ نیت تھی کہ بس بس ایک مہینے کی تو بات ہے جتنی نمازیں پڑھنی ہے پڑھ لو، جتنی عبادتیں کرنی ہے کر لو بعد رمضان ان سب کے لیے وقت کس کے پاس ہوتا ہے تو اس کے روزے اور دیگر اعمال سب مردود ہیں جیسا کہ امام کعبؒ نے فرمایا کہ "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَهُوَ يُحَدِّثُ نَفْسَهُ أَنَّهُ إِنْ أَفْطَرَ رَمَضَانَ أَنْ لَا يَعْصِيَ اللّٰهَ دَخَلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا حِسَابٍ وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَهُوَ يُحَدِّثُ نَفْسَهُ أَنَّهُ إِذَا أَفْطَرَ عَصَى رَبَّهُ فَصِيَامُهُ عَلَيْهِ مَرْدُودٌ" جس شخص نے رمضان کے روزے اس نیت سے رکھے کہ وہ بعد رمضان اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گا تو وہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوگا (ان شاء اللہ) اور جس نے رمضان کے روزے اس نیت و ارادے سے رکھا کہ وہ بعد رمضان اللہ کی نافرمانی کرے گا تو ایسے آدمی کا روزہ نا قابل قبول ہے۔

(وظائف رمضان از شیخ عبدالرحمن بن محمد بن قاسم: ص:80)

میرے دینی بھائیو! ایک بات یاد رکھو جس جس نے بھی رمضان میں عبادتیں کی اور اب بھی کر رہے ہیں تو وہ اپنا بھلا کر رہے ہیں اور جن جن لوگوں نے بعد رمضان عبادتوں سے منہ پھیر لیے ہیں انہوں نے خود اپنا نقصان کیا ہے، اور اس نقصان کی بھرپائی کل بروز قیامت وہ خود کریں گے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے {مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ

تُرْجَعُوْنَ} جونیکی کرے گا وہ اپنے ذاتی بھلے کے لیے اور جو برائی کرے گا اس کا وبال اسی پر ہے، پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔(الجاثیۃ:13) رب العالمین کسی کی عبادت کا محتاج نہیں، اس کی عبادت کرنے کے لیے اس کائنات میں بے شمار ایسے مخلوق ہیں جو ہر وقت، ہر لمحہ اللہ کی عبادت و بندگی میں مصروف ہیں، آج یہ بات اپنے دل میں بیٹھا کر جائیں کہ کائنات کے تمام لوگ اللہ والے بندے بن جائیں، متقی و پرہیز گار بن جائیں، نمازی بن جائیں تو پھر بھی اللہ کی بادشاہت وسلطنت میں کچھ اضافہ نہیں کرسکتے اور اگر سارے کے سارے لوگ فاسق وفاجر بن جائیں، بے نمازی بن جائیں تو پھر بھی اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرسکتے، اللہ کی بادشاہت وسلطنت میں کچھ کمی نہیں کرسکتے، جیسا کہ حدیث قدسی ہے "يَاعِبَادِيْ اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّيْ فَتَضُرُّوْنِيْ وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِيْ فَتَنْفَعُوْنِيْ يَاعِبَادِيْ لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَازَادَ ذَالِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَاعِبَادِيْ لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَانَقَصَ ذَالِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا"۔ یعنی اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! (تم میں اتنی طاقت وقوت نہیں کہ) تم مجھے نفع و نقصان پہنچا سکو اور نہ ہی تم مجھے نفع ونقصان پہنچا سکتے ہو! اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر، انس وجن سب مل کر اس ایک شخص کی طرح ہو جائیں جس کے دل میں سب سے زیادہ اللہ کا ڈر ہو تو یہ بات بھی میری بادشاہت وسلطنت میں کوئی اضافہ نہیں کرسکتی، اے میرے بندو! اور اگر تمہارے اول و آخر، انس وجن سب کے سب اس ایک شخص کی طرح ہو جائیں جو کائنات کا سب سے زیادہ فاسق وفاجر ہوتا ہے تو یہ بات بھی میری بادشاہی وفرمانروائی میں کوئی کمی نہیں کرسکتی۔
۔۔۔الحدیث۔مسلم: کتاب البر و الصلۃ، باب: تحریم الظلم: 2577)

آج کل لوگوں کا یہ نظریہ بن گیا ہے کہ انہوں نے رمضان میں اللہ کی عبادت کرکے کمال کردیا، اللہ کی عبادت کا حق ادا کردیا کائنات کے رب کی قسم جس نے بھی ایسا سوچا اس نے اللہ کو پہچانا ہی نہیں، انسان کو اللہ کی عظمت کا احساس نہیں اسے پتہ نہیں کہ اللہ کی عبادت کما حقہ کوئی مخلوق چاہے انسان ہو یا فرشتہ نہیں کرسکتا جیسا کہ حدیث میں ہے فرشتے خود اس بات کا اقرار کریں گے کہ اے الہ العالمین ہم نے تیری عبادت ویسی نہیں کی جیسی کرنی چاہئے تھی، فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "يُوْضَعُ الْمِيْزَانُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَوْ وُزِنَ فِيْهِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ لَوَسَعَتْ فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ يَارَبِّ لِمَنْ يَّزِنُ هٰذَا فَيَقُوْلُ اللهُ تَعَالَى لِمَنْ شِئْتُ مِنْ خَلْقِيْ فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ سُبْحَانَكَ مَاعَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَيُوْضَعُ الصِّرَاطُ مِثْلَ حَدِّ الْمُوْسٰى فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ مَنْ تُجِيْزُ عَلَى هٰذَا فَيَقُوْلُ مَنْ شِئْتُ مِنْ خَلْقِيْ فَيَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَكَ مَاعَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ"، یعنی قیامت کے دن اتنے بڑے بڑے ترازوں رکھے جائیں گے کہ اگر ان میں زمین وآسمان کا وزن کیا جائے تو وہ کافی ہوگا

(یہ ترازو دیکھ کر) فرشتے پوچھیں گے کہ اے میرے رب یہ ترازو کس کے لئے ہے؟ تو اللہ تعالی فرمائے گا کہ میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہوں گا (اس کا وزن کروں گا، یہ سن کر) فرشتے کہیں گے کہ اے اللہ تو پاک ہے، ہم کما حقہ تیری عبادت نہ کرسکے، پھر پل صراط کو (جہنم کے اوپر) نصب کیا جائے گا جو استرے کی دھار کی طرح (تیز) ہوگا، فرشتے پوچھیں گے کہ اے اللہ تو یہ پل صراط کس کو پار کرائے گا؟ اللہ رب العالمین جواب دے گا کہ میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہوں اس کو پار کراؤں گا، (یہ بھی سن کر) فرشتے کہیں گے اے اللہ تو پاک ہے ہم تیری ویسی عبادت نہیں کرسکے جیسی کرنی چاہئے تھی۔ اللہ اکبر!!! (الصحیحۃ للألبانی: 941) اور آج کا مسلمان ایک مہینے عبادت و بندگی کرکے یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے بہت عبادت کرلی مگر رب کعبہ کی قسم! انسان کو عبادت کی اہمیت قیامت کے دن عذاب کو دیکھ کر محسوس ہوگا کہ عبادت کیا چیز ہے، تاجدار مدینہ احمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اِنَّ عَبْدًا لَوْ خَرَّ عَلَى وَجْهِهِ مِنْ يَوْمِ وُلِدَ اِلَى أَنْ يَمُوْتَ هَرَمًا فِيْ طَاعَةِ اللهِ لَحَقَّرَهُ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ وَلَوَدَّ أَنَّهُ رُدَّ اِلَى الدُّنْيَا كَيْمَا يَزْدَادَ مِنَ الْأَجْرِ وَالثَّوَابِ"۔ یعنی اگر کوئی شخص پیدا ہونے سے لے کر بوڑھا ہوکر مرنے تک اللہ تعالی کی مرضی اور اس کی اطاعت و بندگی میں سربسجود رہے تو وہ بھی اس دن اپنی عبادتوں کو حقیر سمجھے گا اور خواہش کرے گا کہ اسے دنیا میں ایک بار پھر لوٹا دیا جائے تاکہ وہ اور زیادہ اجر وثواب حاصل کرسکے۔(**الصحیحۃ للألبانی** رحمہ اللہ: 446)

عبادتوں سے منہ پھیر لینے والے کو رب العالمین نے جہنم کی وعید سنائی ہے، فرمان باری تعالی ہے:

{اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ} یقین جانو کہ جو لوگ میری عبادت سے اعراض کریں گے وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔ (المؤمن: 60)۔۔۔۔ أللهم أجرنا من النار، آمین۔۔ اتنا ہی نہیں بلکہ عبادتوں چھوڑ کر اللہ کو اس دنیا میں بھلا دینے والوں کو بھی رب العالمین بروز قیامت جہنم کی آگ میں ڈال کر بھول جائے گا اور ایسے انسانوں سے کہا جائے گا کہ جیسا تم نے دنیا کے اندر کیا آج ویسے ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا، فرمان باری تعالی ہے {أَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُوْنَ} جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا تھا اور جن کو دنیاوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا، (ایسے لوگوں

کو)ہم بھی بروز قیامت بھول جائیں گے جیسا کہ وہ لوگ اس دن کو بھول گئے اور درحقیقت یہ لوگ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔(الاعراف:51)

خبردار! اس کائنات میں جو لوگ اللہ کو بھول جاتے ہیں ایسے لوگ فاسق ہیں اور رب العالمین نے اپنی کلام پاک کے ذریعے ہمیں ایسے فاسق وفاجر بننے سے منع کیا ہے فرمان باری تعالی ہے{وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ}اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنہوں نے اللہ کو بھلادیا تو اللہ نے بھی انہیں اپنی جانوں سے غافل کردیا، اور ایسے ہی لوگ نافرمان فاسق ہوتے ہیں۔(الحشر:19)اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک انسان اللہ کی عبادت وبندگی سے دور ہوجاتا ہے اور ایسے عملوں سے غافل ہوجاتا ہے جن میں اس کا فائدہ تھا اور جن کے ذریعے سے وہ اپنے نفسوں کو عذاب الٰہی سے بچاسکتے تھے تو بطور جزا وبدلہ کے اللہ انہیں ایسا بنادیتا ہے کہ اس کی عقل اس کی صحیح رہنمائی نہیں کرتی، اس کی آنکھیں اس کو حق کا راستہ نہیں دکھاتیں اور اس کے کان حق کے سننے سے بہرے ہوجاتے ہیں نتیجتاً وہ ایسے کام کرتا ہے جن میں اس کی خود اپنی تباہی وبربادی ہوتی ہے۔(تفسیر احسن البیان)

دنیا کو حاصل کرنے کے لئے جس نے نمازیں چھوڑ دیں! کاروبار کے لئے جس نے مسجد آنا چھوڑ دیا، ترقی کی راہ میں جس نے دینداری کو رکاوٹ قرار دیا، امیری حاصل کرنے کے لئے جس نے اللہ کے در کو چھوڑ دیا اسے کبھی بھی کامیابی نہیں ملے گی، اس کی غریبی ومفلسی کبھی دور نہ ہوگی بلکہ وہ پریشان تھا اور پریشان رہے گا یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ فرمان رسول ﷺ ہے"مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ فَرَّقَ اللَّهُ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ وَمَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ نِيَّتَهُ جَمَعَ اللَّهُ لَهُ أَمْرَهُ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ"یعنی جس آدمی کا رنج وغم، دوڑ دھوپ صرف دنیا ہی دنیا ہو تو اللہ تعالی اس پر اس کے معاملات کو منتشر کردیتا ہے، اس کی فقیری ومحتاجی کو اس کی آنکھوں کے درمیان رکھ دیتا ہے اور اسے دنیا سے بھی وہی کچھ ملتا ہے جو اس کے مقدر میں لکھا جاچکا ہوتا ہے،(لیکن اس کے برعکس) جس آدمی کی فکر آخرت ہی آخرت ہو، اللہ تعالی اس کے تمام معاملات کی شیرازہ بندی کردیتا ہے، اور اس کے دل کو غنی کردیتا ہے اور دنیا ذلیل ہوکر (اس کے مقدر کے مطابق)اس کے پاس پہنچ جاتی ہے۔(الصحیحۃ للألبانی رحمہ اللہ:950)

قارئین کرام! رمضان گیا ہے رمضان کا رب نہیں! اب بھی وقت ہے اللہ کی طرف لوٹ آیئے، اپنے لئے توشۂ آخرت جمع کرلیں، آج ہی اللہ کو راضی کرلیں، کل کس نے دیکھا ہے، رمضان کا آنا اور تیزی سے گزر جانا ہمیں یہ پیغام دے رہا ہے کہ ہم بھی پوری تیزی کے ساتھ موت کی دہلیز پر قدم رکھنے کے لئے آگے بڑھتے جارہے ہیں، اگر ہم نے آج اپنی پوری زندگی کو رمضان بنالیا تو زندگی کے اختتام پر جو دن آئے گا وہ ہمارے لیے عید کا دن ہوگا، ایسی خوشی میسر آئے گی جس کے بعد نہ آزمائشیں آئینگی نہ ہی کوئی خوف وخطر ہوگا، اس دن ہمارے لیے ہمیشہ کی عید کا اعلان کردیا جائے گا اور کہا جائے گا{يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً. فَادْخُلِي فِي عِبَادِي. وَادْخُلِي جَنَّتِي}اے اطمینان والی روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش پس میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں چلی جا۔(الفجر:30-27)اسی لیے ہم آرام وراحت کو تیاگ دیں کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے"إِنَّمَا يَسْتَرِيحُ مَنْ غُفِرَ لَهُ"کہ آرام تو وہ کرتا ہے جسے بخش دیا گیا ہو۔(الصحیحۃ للألبانی رحمہ اللہ:1710)

ذرا سوچیں! کیا ہمیں معلوم ہے کہ ہماری مغفرت ہوئی! کیا ہمیں پتہ ہے کہ ہماری عبادتیں قبول ہوئیں! نہیں، ہرگز نہیں! پھر کیوں نہ ہم اللہ کی طرف لوٹ جائیں جس میں ہماری دنیا وآخرت کی بھلائی ہے، کل ہمیں اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے، ہمارا حساب وکتاب ہونے والا ہے، رب العالمین نے ہمیں بیکار نہیں پیدا کیا فرمان باری تعالی ہے{أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ} کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے(نہیں نہیں) بلکہ تم سب ہمارے پاس ایک نہ ایک دن لوٹائے جاؤ گے۔(المؤمنون:115) ہم مسلمانوں کے لئے صحابۂ کرام ؓ کی ساری زندگی اسوہ ونمونہ کے طور پر موجود ہے، بالخصوص بدر میں شریک ہونے والے صحابۂ کرام جن کی دنیا میں ہی مغفرت کردی گئی تھی انہیں رب کی جنت عطا کردی گئی مگر پھر بھی انہوں نے رب کی بندگی کبھی نہ چھوڑی نیز اسی طرح عشرۂ مبشرہ صحابۂ کرام کہ جنہوں نے دنیا میں جنت کی خوشخبری پاکر بھی ہمہ وقت فکر آخرت لئے زندگی گزارا، خوف الٰہی ہر وقت ان پر غالب رہتا، عبادت وریاضت کو کبھی نہ چھوڑا، اور ایک ہم سب ہیں نہ ڈھنگ کے مسلمان ہیں، نہ ہمیں یہ پتہ ہے کہ رب ہم سے راضی ہے، نہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہمارا ٹھکانہ کہاں ہے، پھر بھی عبادتوں سے ہم کتنے دور ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ کی پناہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہم خود فیصلہ کریں کہ ہم کس ڈگر پر چل رہے ہیں؟ شیطان کی راہ پر یا پھر اللہ کی راہ پر۔۔۔۔۔

حرف دعا: اب آخر میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اے الہ العالمین تو ہم سب کو اپنی اطاعت وبندگی ہمیشہ کرتے ہی رہنے کی توفیق عطا فرما اور تادم حیات تو اپنے دین پر استقامت کے ساتھ قائم ودائم رکھ۔

قرآن مجید کے چند انقلاب انگیز اصول

مولانا ابوالکلام آزادؒ

عالمی اور بین الاقوامی زاویہ نگاہ: اسلام کا زاویہ نگاہ یک قلم عالمی اور بین الاقوامی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تبلیغی دعوت نامے ارسال فرمائے تھے تو وہ صرف روسائے عرب کے لئے نہ تھے بلکہ ایران کے کسریٰ، مشرقی روم کے قیصر، مصر کے مقوقس اور حبش کے نجاشی کے لئے بھی تھے۔ یہ ملک عرب کے اردگرد واقع تھے، ان کے ساتھ عربوں کے تجارتی روابط تھے اور وہ ان ملکوں میں جاتے آتے تھے۔ یہ عالمی دعوت اسلام کی طرف پہلا قدم تھا۔ مسلمانوں کا فرض تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی میں وہ دعوت وتبلیغ کے دائرے کو تدریجاً وسیع تر کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ اسلام دنیا بھر میں پھیل جاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس غرض سے مبعوث ہوئے تھے، وہ پایہ تکمیل پر پہنچ جاتی۔ افسوس کہ تھوڑا ہی عرصہ گزرنے کے بعد ایسی حکومتیں وجود میں آگئیں، جو وضع وہیئت ہی کے اعتبار سے نہیں بلکہ بڑی حد تک معنوی اعتبار سے بھی ویسی ہی بادشاہیاں تھیں، جیسی ظہور اسلام سے پیشتر موجود تھیں۔ کہیں کوئی اچھا فرمانروا بروئے کار آتا رہا تو اس نے اپنے ماحول کے اعتبار سے مربیانہ سیاست کے مطابق کام کیا لیکن فی الجملہ حالت بگڑتی گئی، یہاں تک کہ وہ بادشاہیاں بھی رفتہ رفتہ اسی حالت کو پہنچ گئیں، جو ان کے لئے مقدر تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی تعمیر ہی میں خرابی کی صورت مضمر تھی البتہ بعض نیک اور سعید ہستیوں نے جابجا تربیتی اور تبلیغی مرکز قائم کئے، جن کی برکات وحسنات کے ذکر کا یہ محل نہیں۔

یہاں قرآن مجید کے چند انقلاب انگیز اصول پیش کئے جاتے ہیں، جو عالمی صلح وامن اور خیر وبہبود کے زبردست عوامل تھے۔ تعجب ہے کہ خود مسلمان بھی ان پر ٹھیک ٹھیک عمل پیرا نہ ہوسکے۔ اس حالت میں دوسروں سے عمل پیرائی کی کیا امید رکھی جاسکتی تھی۔

بین الاقوامی امن کے تقاضے: بین الاقوامی اصلاح وامن کے سلسلے میں سب سے پہلا اور بنیادی امر یہ ہے کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانی گروہوں، جماعتوں اور قوموں کو اصولی اعتبار سے مساوی تسلیم کیا جائے اور اس مساوات کو عملی لباس پہنانے میں قطعاً کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی جائے۔ اگرچہ کسی کا عقیدہ کچھ ہو جو کتاب حق رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، اس میں انسانی مساوات کا غیر مشتبہ اعلان موجود ہے۔

يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات: ۱۴)

''لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تم پہچان لئے جاؤ۔ یقیناً تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے، جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ خدا دانا اور واقف کار ہے۔''

تمام انسان ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم اور حوا کی اولاد ہیں۔ جس طرح ایک ماں باپ کے بچوں میں فرق وامتیاز کی کوئی وجہ نہیں، اسی طرح تم کیوں امتیازات قائم کرتے ہو، وہ بھی ایسے جن کے لئے کوئی معقول وجہ موجود نہیں، مثلاً رنگ اور نسل کا اختلاف، دولت وحشمت کا اختلاف، مختلف جغرافیائی خطوں کا اختلاف، یہ تمام اختلافات سراسر باطل اور بے اصل ہیں، جن میں الجھ کر تم ایک دوسرے کے خلاف نفرت کی دیواریں کھڑی کرتے ہو، حالانکہ تمہیں چاہیے ان سے قطع نظر کرتے ہوئے بنیادی یکسانی اور یک جہتی کو مرکز توجہ بناؤ یعنی تم سب انسان ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حرم پاک میں جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا ان میں مخاطب وہ تھے جنھوں نے مسلمانوں کے خلاف اکیس برس تک ظلم وتعدی کا کوئی بڑے سے بڑا طوفان بپا کرنے میں کسر نہیں اٹھا رکھی تھی اور شاید ہی کوئی سینہ یا چہرہ ہو، جو مخاطبین کی برچھیوں، تلواروں اور تیروں سے جراحت زار نہیں بن چکا تھا۔ تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج تم پر کوئی الزام نہیں اور تم سب آزاد ہو۔

نیز فرمایا: اے قریش! جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ پھر سورہ حجرات کی یہی چودہویں آیت تلاوت فرمائی جو اوپر منقول ہے۔ اس سے مزید توثیق ہوگئی کہ یہ آیت مساوات انسانی کی بنیاد ہے۔

واضح رہے کہ اسے وقتاً فوقتاً پڑھ دینا کافی نہیں۔ اس پر اسی طرح عمل ہونا چاہیے، جس سے مطلوب مساوات کی تکمیل ہو۔ تمام قوموں اور گروہوں کے درمیان ایک ماں باپ کی اولاد ہونے کے رشتے استوار ہوتے جائیں۔ امن عالم ایک حقیقت ثابتہ کی شکل اختیار کرلے۔ ایسا ہی ماحول پیغام حق کی اشاعت کے لئے بہ حیثیت مجموعی سازگار ہوگا۔ توپوں کے آتشیں گولوں یا طیاروں کی تباہی خیز بمباریوں کو پیغام حق پہنچانے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب اصلاح انسانیت کو لباس عمل پہنانے کا اس سے اچھا ذریعہ نہیں سمجھا جاسکتا۔

اکثریت کی بنیاد: پھر دیکھئے اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ

کے نزدیک انسانوں کی عزت و اکرمیت کی بنیاد دولت، رنگ، خون، نسل، قوم یا کوئی خاص جغرافیائی خطہ نہیں صرف تقویٰ اور حسن عمل ہے۔ ہر انسان اس بناء پر عزت کا مستحق نہیں سمجھا جاسکتا کہ کروڑپتی یا ارب پتی ہے۔ اس کا رنگ گورا ہے۔ اس کا تعلق آریائی نسل سے ہے جیسا کہ روئے زمین کے بعض فاتر العقل گروہ سمجھ رہے ہیں اور ان میں چھوت چھات کوئی نہ کوئی شدید افتراق انگیز شکل اختیار کیے ہوئے موجود ہے۔ صرف نیک عملی انسانی اکرمیت کی اساس ہے۔ اس باب میں سکندروں اور نپولینوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ موجدوں، فلسفیوں، سیاست دانوں، عالموں اور خطیبوں کو ان کے محض پیشوں اور مشغولیتوں کے اعتبار سے بھی لائق توجہ نہیں سمجھا جاتا۔ وہاں محض نکوکاری، راست بازی، حق پرستی اور خلق دوستی درکار ہے۔ اس کے سوا ہر سکۂ عمل کھوٹا اور ہر سرگرمی کار بے حقیقت ہے۔

اس کی حقیقت پر آپ نے غور فرمایا؟ اس دنیا میں حسن عمل کے سوا ہر معیار عظمت حسد، رقابت اور کشمکش کا موجب ہوتا ہے۔ دولت کو معیار بنایا جائے تو جسے جائز ذریعے سے حاصل نہ ہوگی، وہ ہر ناجائز ذریعے سے حاصل کرے گا اور خلق خدا کے لئے لعنت بن جائے گا۔ فن حرب و سیاست میں کمال کو معیار بنایا جائے گا تو مختلف لوگ روئے زمین کو انسانوں کے خون سے رنگنے میں اپنی زندگیاں تمام کردیں گے اور دنیا ان کو صرف نفرین کا مستوجب ٹھہرائے گی لیکن حسن عمل میں رقابت یا حسد راہ ہی نہیں پاسکتے کیونکہ وہ منافی حسن عمل ہوں گے۔ یوں تمام انسانوں کی انتہائی کوشش یہ ہوگی کہ حسن عمل کی فراوانی سے روئے زمین امن و سلامتی کا بہشت زار بن جائے۔

دین میں کوئی جبر نہیں: قرآن مجید کا ایک انقلاب انگیز اصول یہ ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ" (البقرہ:۲۵۶) "دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں۔ بلاشبہ ہدایت کی راہ گمراہی سے الگ اور نمایاں ہوگئی ہے۔ پھر جو کوئی طاغوت سے انکار کردے (یعنی سرکشی۔ فساد اور گمراہی سے یک قلم بیزار ہوجائے) اور اللہ پر ایمان لائے تو بلاشبہ اس نے فلاح و سعادت کی مضبوط ٹہنی پکڑلی جو ٹوٹنے والی نہیں (جس کے ہاتھ آگئی وہ گرنے سے محفوظ ہوگیا) اور یاد رکھو اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔"

انسانی ظلم و ستم کے جو خونچکاں واقعات تاریخ کے صفحات پر منقوش ہیں، ان میں سے تین چوتھائی واقعات صرف جبر و تشدد کا نتیجہ ہیں، جو ایک گروہ نے دوسرے گروہ کو اپنا ہم نوا بنانے کے لئے بے دریغ روا رکھے۔ اگرچہ یہ حقیقت ہر سلیم العقل انسان پر روز روشن کی طرح آشکارا تھی کہ دین کی راہ دل کے اعتقاد و یقین کی راہ ہے اور اعتقاد دعوت و موعظت ہی سے پیدا ہوسکتا ہے۔ جبر و استکراہ سے انسانی جسم کو اپنی مرضی کے مطابق جھکایا جاسکتا ہے، مگر دل میں اعتقاد و ایمان کا چراغ روشن نہیں کیا جاسکتا اور جب تک چراغ یقین روشن نہ ہوگا، وہ اعمال ظہور پذیر نہیں ہوسکتے، جواز روئے دین مطلوب و منظور ہیں بلکہ جبر سے دلوں میں نفرت و کراہت کی آگ مشتعل ہوگی اور جب جابر قوت میں ضعف آئے گا تو رد عمل کو کوئی طاقت روک نہ سکے گی اور وہی صورت حال نمودار ہوجائے گی جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ م بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا (النحل:۹۲) "اس عورت کی مثال جس نے بڑی محنت سے سوت کاتا پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا"

پھر اس آیت کے مطالب کی توثیق بعض دوسری آیات سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً

وَلَوْ شَاءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یونس:۹۹) "اگر تیرا پروردگار چاہتا تو جتنے آدمی روئے زمین پر ہیں، وہ سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تو ان پر جبر کرے گا کہ جب تک ایمان نہ لاؤ میں چھوڑنے والا نہیں۔"

اس آیہ مبارکہ سے ایک طرف یہ نمایاں ہے کہ مخلوق کی ہدایت کے لئے رسول اللہ کے قلب مبارک کی تڑپ کا کیا عالم تھا۔ دوسری طرف یہ واضح ہے کہ اس معاملے میں جبر کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ کی مشیت یہی ہوئی کہ لوگوں کی طبیعتیں خود سوچ سمجھ کر اس طرف متوجہ ہوں اور بقدر استعداد سعادت کی منزلیں طے کریں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (الکھف:۲۹) "اے پیغمبر کہہ دو، یہ سچائی تمہارے پروردگار کی جانب سے ہے اب جو چاہے مانے، جو چاہے نہ مانے۔ ہم نے ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کررکھی ہے جس کی لپٹیں چاروں طرف سے انھیں گھیرلیں گی۔"

غرض جس طرح مساوات کا اعلان شرف انسانی کے اعتراف کا ایک جزو ہے، اسی طرح عقیدہ و ایمان کے سلسلے میں جبر کی نفی بھی انسانی شرف ہی کا ذریعہ ہے، لیکن اسلام ہر انسان میں جہاں اشرفیت کا زیادہ سے زیادہ گہرا احساس پیدا کرنا چاہتا ہے، وہاں یہ توقع بھی رکھتا ہے (اور رکھنی چاہیے) کہ انسان اپنے شرف ہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے حسن عمل کا مصدر بنیں گے اور خدا پر ان کا ایمان زیادہ سے زیادہ مستحکم و استوار ہوگا کیونکہ اشرفیت کا احساس صحیح سلیم العقل انسان کو کسی اور طرف لے جا ہی نہیں سکتا۔

عدل پر استواری: قرآن مجید کا ایک انقلاب انگیز اصول یہ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ (المائدہ:۸) "اے ایمان والو! اللہ کے لئے انصاف کی گواہی دینے کو مضبوطی سے کھڑے ہوجایا کرو اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ

اس سے انصاف نہ کرو۔ (ہر حال میں) انصاف کرو۔ یہی تقویٰ سے لگتی ہوئی بات ہے اور اللہ (کی نافرمانی کے نتائج) سے ڈرو اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔''

ہر سلیم العقل انسان اندازہ کرسکتا ہے کہ اسلام کن خصوصیات والے انسان پیدا کرنا چاہتا ہے۔ کسی فرد یا جماعت سے کتنی ہی عمیق محبت یا کتنی ہی شدید دشمنی ہو۔ جب گواہی دینے کا مرحلہ سامنے آئے گا، مسلمان کی زبان سے ایک حرف بھی ایسا نہ نکلے گا، جو حق وانصاف کے عین مطابق نہ ہو۔

یاد ہوگا کہ فتح خیبر کے بعد وہاں کی زمین نصف پیداوار کی بنا پر یہودیوں کے حوالے کردی گئی تھی اور عبداللہ بن رواحہ کو بٹائی کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ وہ پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کرکے دو انبار لگوادیتے اور یہودیوں سے کہتے کہ جو حصہ چاہو، اٹھالو، یہودی کہتے، زمین اور آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔ وہ افراد یا گروہ اس وظیفے کی بجا آوری سے کیونکر عہدہ برآ ہوسکتے ہیں، جن کی زبانوں سے الفاظ نکلتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے، پھول جھڑ رہے ہیں لیکن ان کے دل، ان کی طبیعتیں اور ان کی ذہنیتیں نہایت پست اور امن بر انداز اغراض سے یکقلم آلودہ ہیں۔ یہ وہی شیوہ ہے جس پر مدینہ منورہ کے یہودی عربوں کے تعلق میں کاربند تھے اور کہا کرتے تھے۔

لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّنَ سَبِيلٌ '' وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (آل عمران:۷۵) ''امیوں (یعنی عربوں) کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے ہم پر کچھ مواخذہ نہیں (یعنی ان کے ساتھ دیانت داری برتنا ضروری نہیں) اور یہ کہہ کر وہ اللہ پر تہمت باندھتے ہیں حالانکہ اچھی طرح جانتے ہیں حقیقت حال کیا ہے؟

یعنی جس گروہ سے ذاتی اغراض وابستہ ہیں، ان کے متعلق ایک نظام اخلاق اور ایک ضابطہ نیک وبد ہے لیکن جن سے کوئی خاص علاقہ نہیں، ان کے باب میں بالکل دوسری روش اور دوسرے اصول پیش کئے جاتے ہیں۔

نیکی میں تعاون بدی سے گریز: قرآن نے ایک انقلاب انگیز اصول مندرجہ ذیل آیت میں پیش کیا ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (المائدہ:۲)

''جس گروہ نے تمہیں مسجد حرام سے روک دیا تھا، اس کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھار دے کہ اس کے ساتھ زیادتی کرنے لگو (تمہارا دستور العمل تو یہ ہونا چاہیے کہ) نیکی اور پرہیزگاری کی ہر بات میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ گناہ اور ظلم کی کسی بات میں تعاون نہ کرو اور اللہ (کی نافرمانی کے نتائج) سے ڈرو۔ وہ (پاداش عمل میں) سخت عذاب دینے والا ہے۔''

قریش مکہ نے حدیبیہ میں مسلمانوں کو ادائے عمرہ سے روک دیا تھا، جب اختیار کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھ میں آئی تو انھیں پر یہ واضح کردینا ضروری تھا کہ قریش کی سابقہ زیادتی تمہارے لئے زیادتی کا موجب نہ بن جائے۔ اگرچہ تمہارے خیال کے مطابق وہ ان کی زیادتی کا جواب ہی ہو۔ مسلمان کا دستور العمل یہ ہے کہ جہاں نیکی اور اچھائی دیکھتا ہے، اس کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ بر وتقویٰ زیادہ سے زیادہ فروغ پائیں۔ البتہ ظلم وگناہ سے دور رہنا لازم ہے۔ انھیں بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا موقع نہ دینا چاہیے۔

اب سوچیے اور غور کیجئے کہ اگر دنیا کی تمام قومیں اور جماعتیں یہ دستور العمل اپنالیں، نیکی اور خداترسی کے لئے مل جل کر کام کریں۔ گناہ اور ظلم کو فروغ نہ پانے دیں بلکہ اسے متحدہ قوت سے روکیں تو کیا دنیا جلد سے جلد امن وسلامتی کا گہوارہ نہ بن جائے گی؟ (مولف)

انسان اور راستبازی: قرآن مجید کا ایک انقلاب انگیز اصول یہ ہے:''

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا'' (النساء:۱۳۵)

اے ایمان والو! تم انتہائی مضبوطی اور پختگی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے سچی گواہی دینے والے ہوجاؤ کہ اگر وہ گواہی خود تمہارے خلاف یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے خلاف ہو تو ہرگز نہ جھجکو۔ اگر کوئی مالدار یا مفلس ہے تو اللہ تم سے زیادہ ان پر مہربانی رکھنے والا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہوائے نفس کی پیروی تمہیں انصاف سے باز رکھے۔ اگر تم (گواہی دیتے وقت) بات کو گھما پھرا کر پیش کروگے یا گواہی دینے سے پہلو بچاجاؤگے تو (یاد رکھو) اللہ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح آگاہ ہے۔

انسان کے لیے ایک اہم مرحلہ یہ ہے کہ وہ ہر حال میں سچ پر قائم واستوار رہے اور سچی گواہی دینے میں ذرا بھی پس وپیش نہ کرے، اگرچہ سچ بولنے سے خود اسے یا اس کے والدین اور قرابت داروں کو نقصان پہنچے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کو مالدار کے مال کا لالچ یا اثر ورسوخ کا خوف سچ کہنے سے تمہیں باز رکھے یا کوئی مفلس ہو جس کی مفلسی پر ترس کھاکر تھوڑی سی غلط بیانی گوارا کرلی جائے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ کوئی مالدار یا غریب، اللہ تعالیٰ کی مہربانی ان کے لیے گواہی دینے والے سے کہیں زیادہ سودمند اور نفع بخش ہوگی۔ غرض انصاف کے معاملے میں ہوائے نفس کی پیروی ہرگز نہ کرنی چاہئے۔ یہ بھی نہیں کہ بیان میں ہیر پھیر کا طریقہ اختیار کیا جائے یا گواہی نہ دینے ہی سے گریز کو پناہ کا بنالیا جائے۔ اس طرح انسانوں کو چکمہ دیا جاسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو دلوں اور نیتوں کے بھید بھی جانتا ہے۔

(ماخوذ: ''رسول رحمت'')

دوبارہ زندہ ہونے کے منکروں کا نظریہ اور اس کا رد

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین

جن لوگوں نے موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا ناممکن ہے لیکن ان کا یہ گمان باطل ہے، شریعت، حس اور عقل اس کے بطلان پر دلالت کرتی ہے۔

شرعی نصوص سے منکرین بعث کا رد: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْر ''(سورہ تغابن: ۷)

''کافر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ ہرگز زندہ نہ کئے جائیں گے، آپ کہہ دیجئے: کیوں نہیں، قسم ہے میرے رب کی! تم دوبارہ ضرور زندہ کئے جاؤ گے، پھر جو کچھ تم نے کیا ہے تم کو سب بتلا دیا جائے گا، اور موت کے بعد دوبارہ اٹھانا اللہ تعالیٰ کے لئے بالکل آسان ہے۔''

تمام کتب سماویہ اس امر پر متفق ہیں۔

حسی دلیل سے منکرین بعث کا رد: اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں مردوں کو دوبارہ زندگی بخش کر اپنے بندوں کو اس چیز کا مشاہدہ کرا دیا ہے، چنانچہ سورہ بقرہ ہی میں اس کی پانچ مثالیں مذکور ہیں، جو درج ذیل ہیں:

قوم موسیٰ نے جب ان سے کہا کہ اے موسیٰ! ہم تیری رسالت کا ہرگز یقین نہ کریں گے جب تک کہ اللہ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو مار ڈالا، پھر ان کو دوبارہ زندگی بخشی۔ اسی واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورہ بقرہ: ۵۵-۵۶)

''اور جب تم نے (موسیٰ سے) کہا کہ اے موسیٰ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو سامنے نہ دیکھ لیں گے تم پر ایمان نہ لائیں گے۔ پھر تم کو بجلی نے پکڑ لیا اور تم دیکھ رہے تھے، پھر ہم نے تمہیں موت کے بعد از سر نو زندہ کر دیا تاکہ تم شکر گزار بنو۔''

بنی اسرائیل کی کئی ہزار افراد پر مشتمل ایک قوم موت کے خوف سے اپنی بستیوں سے نکل بھاگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ واضح کرنے کے لئے کہ موت سے کسی کو فرار حاصل نہیں ہے ان سب کو موت کی نیند سلا دیا، پھر ان کو زندہ فرمایا۔ اس واقعہ کا تذکرہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْف'' حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (سورہ بقرہ: ۲۴۳)

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے تھے اور وہ ہزاروں (کی تعداد) میں تھے، پھر اللہ نے ان کو حکم دیا: مر جاؤ، پھر ان کو زندہ کیا، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔''

ایک شخص کا گزر کسی ویران اور تباہ شدہ بستی سے ہوا، بستی کی حالت دیکھ کر اسے یہ حیرت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اس بستی والوں کو (روز قیامت) کس طرح زندہ فرمائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی روح بھی قبض کر لی اور اسے سو سال تک مردہ رکھا، پھر اس کو زندہ فرمایا۔ قرآن کریم میں اس واقعہ کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ'' عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْر'' (سورہ بقرہ: ۲۵۹)

''کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو ایک بستی سے گزرا۔ وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی۔ وہ بولا، اللہ اس بستی کو موت طاری کرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ پھر اللہ نے اس کو سو برس تک مردہ رکھا، پھر اٹھایا اور اس سے پوچھا کہ تو کتنی دیر یہاں رہا۔ وہ بولا: ایک دن یا اس سے بھی کچھ کم، اللہ نے فرمایا: نہیں بلکہ تو سو برس تک رہا، پس اپنے کھانے پینے کی چیزیں دیکھ کہ یہ سڑی تک نہیں اور اپنے گدھے کو دیکھ اور ہم لوگوں کے واسطے تجھے (اپنی قدرت کا ایک) نمونہ بنانا چاہتے ہیں، اور ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ ہم کس طرح انھیں کھڑا کر کے جوڑ دیتے ہیں، پھر ان پر (کس طرح) گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں۔ پس جب اس پر یہ سب کچھ ظاہر ہوا تو وہ پکار اٹھا کہ میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت کا مشاہدہ کرانے کی درخواست کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے جسم کے ٹکڑے (آپس میں ملا کر) آس پاس کے پہاڑوں پر منتشر کر دینے اور پھر ان کو آواز دینے کا حکم دیا، چنانچہ تمام ٹکڑے ایک دوسرے سے جڑ گئے اور دوڑتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے

اس واقعہ کا تذکرہ قرآن کریم میں ان الفاظ میں فرمایا ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَّاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ'' حَكِيْمٌ'' (سورہ بقرہ:۲۶۰)

''اور (یاد کرو) جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! مجھ کو دکھلا دے کہ تو مردے کس طرح زندہ کرے گا۔ (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: کیا تجھے اس بات پر یقین نہیں ہے۔ (حضرت ابراہیم نے) کہا: کیوں نہیں! لیکن اپنے دل کے اطمینان کے لئے (دیکھنا چاہتا ہوں) (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: پھر چار پرندے پکڑو اور ان کو اپنے ساتھ مانوس کرو، پھر (ان کے ٹکڑے کرکے) ان کا ایک ایک حصہ پہاڑ پر رکھ دو۔ پھر ان کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس بھاگے چلے آئیں گے اور یہ جان لو کہ بے شک اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔''

یہ چند ایسی واضح اور روشن مثالیں ہیں جو مردوں کے دوبارہ زندہ کئے جانے پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔

عقلی دلائل سے منکرین بعث کا رد: بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب کو پہلی بار، بغیر کسی نمونے، وجود اور سابقہ مثال کے پیدا کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جو ہستی مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہو، وہ اسے دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ (سورہ روم:۲۷)

''اور وہی اللہ جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، اسے دوبارہ پیدا کردے گا، اور یہ اس کے لئے بہت آسان ہے۔''

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (سورہ انبیاء:۱۰۴)

''جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے (جسے پورا کرنا) ہم پر (لازم ہے) ہم (ایسا) ضرور کرنے والے ہیں۔''

جن لوگوں نے بوسیدہ اور گلی سڑی ہڈیوں کے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کیا تھا ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (سورہ یس:۷۹)

''آپ کہہ دیجئے: وہی ان کو (دوبارہ) زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا، اور وہ ہر چیز کا پیدا کرنا خوب جانتا ہے۔''

زمین پیاسی، بنجر اور مردار ہوتی ہے اس میں کوئی ہرا بھرا درخت نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے تو اس پر کتنا شاداب اور طراوٹ بخش سبزہ لہلہا اٹھتا ہے۔ تو وہ قادر مطلق جو بنجر زمین کو زندہ اور شاداب کرنے پر قادر ہے وہ مردوں کو دوبارہ زندگی بخشنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ''(حم السجدہ:۳۹)''اور (اے بندے) یہ اس کی قدرت کے نمونے ہیں کہ تو زمین کو دبا ہوا (خشک) دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ تر و تازہ ہو جاتی ہے اور پھلنے پھولنے لگتی ہے تو بے شک جس نے اس مردہ زمین کو زندہ کیا وہی مردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اور ایک جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے:

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ''نَّضِيْدٌ'' رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ (سورہ ق:۹-۱۱)

''اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا، پھر ہم نے اس سے باغات اور کٹے فصل کے غلے اور کھجور کے بلند و بالا درخت پیدا کردیئے جن پر پھلوں سے لدے ہوئے تہ در تہ خوشے لگتے ہیں۔ (یہ سب کچھ) بندوں کو رزق دینے کے لئے کیا ہے اور ہم نے اس (پانی) سے ایک مردہ زمین کو زندہ کیا، (پس) اسی طرح (قیامت کے روز قبروں سے) نکلنا ہے۔''

منکرین برزخ کا عقیدہ اور اس کا رد

بدنیت اور منحرف لوگوں کا ایک گروہ گمراہی کا شکار ہوا۔ ان لوگوں نے اپنے اوہام باطلہ کی رو سے قبر کے عذاب اور اس کی راحتوں کا انکار کیا۔ اور کہا کہ یہ ایک خلاف واقعہ اور ناممکن بات ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر قبر کھول کر مردے کی حالت دیکھی جائے تو وہ اسی حالت میں پایا جاتا ہے جس میں دفن کیا گیا تھا اور قبر میں بھی کوئی تبدیلی کشادگی یا تنگی دیکھنے میں نہیں آتی۔ ایسا گمان شریعت، حس اور عقل کی رو سے باطل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے کسی باغ سے نکلے تو آپ نے دو مردوں کی آوازیں سنیں جنھیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا تھا'' پھر پوری حدیث سنا کر بتایا کہ ''ان میں سے ایک پیشاب سے احتیاط اور طہارت نہیں رکھتا تھا'' ایک دوسری روایت میں ہے کہ دوسرا شخص چغل خور تھا۔

حسی اعتبار سے اس کا رد: سونے والا شخص کبھی خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ بہت وسیع، پر فضا اور خوش گوار مقام پر ہے اور وہاں طرح طرح کی نعمتوں اور راحتوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے (تو وہ اپنے اندر فرحت و شادمانی محسوس کرتا ہے) اور اگر وہ یہ دیکھتا ہے کہ وہ ایک وحشت ناک اور تنگ و تاریک جگہ پر ہے اور اس سے تکلیف محسوس کر رہا ہے (تو وہ غمگین اور رنجیدہ ہو جاتا ہے) کبھی کبھار ایسا

بھی ہوتا ہے کہ خواب دیکھنے والا شخص اپنے خواب سے چونک کر اٹھ بیٹھتا ہے، حالانکہ وہ اپنے گھر کے کمرے میں اپنے ہی بستر پر لیٹا ہوتا ہے اور ان رنج یا راحت کے مقامات پر نہ پہنچنے کے باوجود بھی راحت اور تکالیف کی کیفیات سے گزرتا ہے) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نیند کا نام ''وفاۃ'' رکھا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی (سورہ زمر:۲)

''اللہ ہی موت کے وقت جانیں قبض کرتا ہے اور جن کو موت نہیں آئی (ان کی روحیں) سوتے میں (قبض کرلیتا ہے) پھر ان جانوں کو جن کے لئے موت کا حکم فرماچکا ہے، روک رکھتا ہے اور باقی جانوں کو ایک مقرر وقت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔''

عقلی اعتبار سے اس کا رد: سونے والا کبھی سچے خواب بھی دیکھتا ہے اور کبھی اصلی شکل وصورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی کرلیتا ہے اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اوصاف کے مطابق دیکھا بلاشبہ اس نے آپ ہی کو دیکھا، حالانکہ سونے والا اس فرد سے جسے وہ خواب میں دیکھتا ہے، بہت دور اپنے کمرے کے بستر پر محوخواب ہوتا ہے۔ اگر یہ تمام چیزیں دنیاوی حالات میں ممکن ہیں تو احوال آخرت میں کیونکر ناممکن ہوسکتی ہیں؟

جہاں تک منکروں کے اس دعوے کا تعلق ہے کہ اگر قبر کو کھول کر مردے کی حالت دیکھی جائے تو وہ اسی حالت میں نظر آتا ہے جس میں دفن کیا گیا تھا، اور قبر میں کسی قسم کی کشادگی یا تنگی بھی نظر نہیں آتی تو اس کا جواب کئی طرح سے دیا جاسکتا ہے۔

شریعت میں جو کچھ وارد ہے اس کا اس طرح کے باطل اور گمراہ کن شبہات کے ساتھ تقابل ہرگز جائز نہیں۔ ان شکوک وشبہات کے ساتھ شریعت پر اعتراض کرنے والا شخص اگر شریعت میں موجود نصوص ودلائل پر کما حقہ غور وفکر کرے تو اس پر ان شبہات کا بطلان واضح ہوجائے گا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وکم من عائب قولا صحیحا

آفته من الفهم السقیم

''کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو اپنے بیمار فہم وادراک کی وجہ سے صحیح باتوں میں طعن وتشنیع اور عیب جوئی کرتے ہیں۔''

عالم برزخ کے احوال کا تعلق غیبی امور سے ہے، ان کا حسی ادراک ممکن نہیں۔ اگر حس کے ذریعے سے ان کی حقیقت کا جاننا ممکن ہوتا تو ''ایمان بالغیب'' کا سرے سے کوئی فائدہ ہی باقی نہ رہتا بلکہ اس طرح تو غیب پر ایمان لانے والے اور دیکھ بوجھ کر اس کی تصدیق کرنے والے، دونوں ہی برابر ہوجاتے۔

قبر میں عذاب وراحت یا کشادگی وتنگی کی کیفیات صرف میت ہی محسوس کرسکتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ان کیفیات کا احساس وادراک نہیں کرسکتا۔ اس کی مثال ٹھیک اس شخص کے خواب جیسی ہے جو نیند کی حالت میں کوئی تنگ وتاریک اور وحشت ناک مقام، یا نہایت دلفریب اور کشادہ جگہ دیکھتا ہے اور اپنے خواب کے احوال کے مطابق غمگین یا خوش ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس اس کے کمرے، بستر اور چادر میں سونے والا کوئی دوسرا فرد ان تمام کیفیات سے قطعی بے خبر رہتا ہے۔

اس کی ایک اور واضح مثال یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی اور آپ اپنے صحابہ کے درمیان موجود ہوا کرتے تھے لیکن وحی کو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سن پاتے تھے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہ وحی سنائی نہیں دیتی تھی۔ اور کبھی کبھی فرشتہ انسانی شکل میں حاضر ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو بھی کرتا تھا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس فرشتے کو دیکھ پاتے تھے نہ اس کی باتیں سن سکتے تھے۔ اور کبھی کبھی دیکھ بھی لیتے اور گفتگو سن بھی لیتے تھے۔

مخلوق کی قوت اور ادراک محدود ہے۔ انسان کسی چیز کی حقیقت اسی حد تک پاسکتا ہے جس حد تک اللہ تعالیٰ نے اسے قوت ادراک عطا فرمائی ہے۔ اس کے لئے ہر موجود شے کی حقیقت کو پانا ناممکن ہے۔ مثلاً ساتوں آسمان، زمین اور جو چیزیں ان میں موجود ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتی ہیں۔ کبھی کبھار اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے ان کی تسبیح وتحمید سنا دیتا ہے لیکن یہ حقیقت ہم سے پوشیدہ ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یون بیان فرمائی ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ اِنَّهٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا (سورہ الاسراء:۴۴) ''ساتوں آسمان، زمین اور جو کوئی ان میں سے ہے سب اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تعریف اور پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔''

اسی طرح شیاطین اور جن زمین پر ادھر ادھر دندناتے پھرتے ہیں اور جنوں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئی، خاموشی سے آپ کی قرأت سنی اور مبلغ کی حیثیت سے اپنی قوم کی طرف لوٹ گئی اور وہ جماعت ان تمام چیزوں کے باوجود پوشیدہ رہی اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْھُمَا لِبَاسَھُمَا لِیُرِیَھُمَا سَوْاٰتِھِمَا اِنَّهٗ یَرٰئکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (الاعراف:۲۷)

''اے اولاد آدم! شیطان تمہیں کسی فتنے میں مبتلا نہ کردے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا، ان کے لباس ان (کے بدن) سے اتروادیے تاکہ انھیں ان کی شرم گاہیں دکھلائے۔ بے شک شیطان اور اس کا لشکر تم کو وہاں سے دیکھ لیتا ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے۔ یقیناً ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا دوست بنادیا جو ایمان نہیں رکھتے۔''

پس جب مخلوق ہر موجود چیز کی اصل حقیقت کو نہیں پاسکتی تو اس کے لئے غیب کے ثابت شدہ ناقابل ادراک امور کا انکار قطعی جائز نہیں۔

مولانا آصف تنویر تیمی

نوجوانوں میں منشیات کا بڑھتا رجحان۔اسباب وعلاج

مسلم معاشرہ دور حاضر میں جن معاشرتی مسائل سے نبرد آزما ہے ان میں سے ایک نوجوانوں میں نشہ خوری کا مسئلہ بھی ہے۔ بڑی تیزی سے نوجوان طبقہ اس ناسور میں مبتلا ہورہا ہے۔ بالخصوص بارہ سے اٹھارہ سال کے لڑکے اس مہلک مرض میں زیادہ گرفتار ہیں، جو حد درجہ افسوسناک ہے۔ اگر اس پر وقت رہتے قدغن نہیں لگایا گیا تو حالات بد سے بدتر ہوجائیں گے، اور پورا معاشرہ تباہ وبرباد ہوجائے گا۔ نشہ کی روک تھام کے لئے سب سے پہلے اس کے اسباب کو جاننا نہایت ضروری ہے تاکہ اس کا تدارک کیا جاسکے۔

سماج میں نشہ کے بڑھتے رجحان کا ایک اہم سبب سماج کا دین اور شریعت کی تعلیمات سے دور ہونا ہے۔ حالانکہ کتاب وسنت میں صراحت کے ساتھ شراب نوشی اور نشہ خوری سے منع کیا گیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ " (المائدہ:۹۱-۹۲) "اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں ،شیطانی کام ہیں۔ ان سے بالکل الگ رہوتا کہ تم فلاح یاب ہو۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اور اللہ تعالی کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو کیا تم باز آنے والے ہو؟"۔ دوسرے مقام پر اس بات کا صاف اشارہ موجود ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم سے لوگوں کو پاکیزہ چیزوں کا حکم دیا کرتے تھے اور گندی چیزوں سے منع کیا کرتے تھے، فرمان باری تعالی ہے:"الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ" (الأعراف:۱۵۷) "جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں"۔ ایک دوسری جگہ لوگوں کو سختی سے اس بات سے روکا گیا ہے کہ وہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا:" وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ - وَ اَحْسِنُوْا - اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ" (البقرۃ:۱۹۵) "اور اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور سلوک واحسان کرو، بے شک اللہ تعالی احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔ مذکورہ تمام آیتوں سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ قرآن کے رو سے ہر اس چیز کا استعمال کرنا حرام ہے جس میں نشہ ہو۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص نشہ کا استعمال کرتا ہے تو اللہ تعالی صراصر اللہ تعالی کی مخالفت کرتا ہے۔

احادیث کے مطالعے سے بھی نشہ کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:أتاني جبريل فقال: يا محمد، ان الله عز وجل لعن الخمر، وعاصرها ومعتصرها، وشاربها، وحاملها والمحمولة اليه، وبايعها ومبتاعها، وساقيها ومستقيها "میرے پاس جبریل آئے اور کہا: اے محمد! بے شک اللہ نے شراب، اس کے بنانے والے، بنوانے والے، اس کے منتقل کرنے اور کرانے والے، اس کے بیچنے اور خریدنے والے، اس کے پینے اور پلانے والے پر لعنت کی ہے"۔ (مسند احمد، اسنادہ حسن) اس حدیث میں شراب اور اس کے کاروبار میں معمولی درجہ کی شراکت اور اور تعاون سے بھی منع کیا گیا ہے۔ افسوس ایسے مسلمانوں پر جو شراب کی تجارت کرتے اور اس کے ذریعہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو فوری طور پر توبہ کرکے ایسی تجارت اختیار کرنی چاہئے جو از روئے شرع حلال ہو۔ نہ جانے اس شراب اور نشہ نے کتنے گھروں اور خاندانوں کو اجاڑ دیا۔ کتنے محلوں میں سونے والے سڑک کنارے سونے پر مجبور ہوئے۔ اربوں کھربوں والے بھیک مانگتے دیکھے گئے۔

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل مسكر حرام" ہر نشہ آور چیز حرام ہے" (صحیح بخاری) ایک اور حدیث میں فرمایا: ما أسكر كثيره فقليله حرام "نشہ کم مقدار میں ہو یا زیادہ بہر حال وہ حرام ہے" (سنن ابوداود، اسنادہ حسن)۔ ان دونوں حدیثوں کے بعد کسی کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ منشیات کا استعمال کرے، اور اس کے لئے دلیل فراہم کرے۔ واضح رہے کہ سگریٹ، بیڑی، تمباکو، گٹکھا، چرس، افیم، بھانگ یا اس طرح کی دوسری تمام نشہ آور چیزیں مہلک اور حرام ہیں۔ عام طور پر معمولی نشہ کے ذریعہ ہی لڑکے بڑی نشہ کے عادی بنتے ہیں۔ سگریٹ اور گٹکھا استعمال کرنے والا نوجوان چند دنوں کے بعد چرس اور افیم کا شکار بھی ہوجاتا ہے۔ اس لئے ایسے مہلک اشیا سے بچوں کی حفاظت ضروری ہے۔ یقینا ہم ایسے زمانے میں داخل ہوچکے ہیں جو قیامت سے بہت قریب ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"شراب کی کثرت قیامت کی نشانیوں میں سے

ہے"(صحیح مسلم) آج ہر جگہ بڑی آسانی سے نشہ آور دوائیں اور غذائیں موجود ہیں۔ الگ الگ ناموں سے بازار میں بیچا جاتا ہے۔ نام کچھ بھی رکھ دیا جائے لیکن اس کی حقیقت اس سے تبدیل نہیں ہوتی۔ اگر نشہ ہے تو قیامت تک کے لئے حرام ہے۔

نشہ ایسا خطرناک مرض ہے کہ اس کے استعمال کے بعد آدمی ہر برائی کرسکتا ہے۔ اسی لئے نشہ کو "ام الخبائث" تمام برائیوں کی جڑ قرار دیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار شخص کو ایک خوبصورت عورت نے دھوکہ سے بلوایا، اس کو تین گناہوں میں سے کسی ایک کے کرنے کا اختیار دیا۔ یا تو وہ اس عورت کے ساتھ منہ کالا کرے، یا ایک معصوم بچے کو قتل کرے یا سامنے رکھے شراب کے گلاس کو پئے۔ اس نیک انسان نے سوچا کہ ان تینوں میں شراب سب سے ہلکا ہے اس لئے اس کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اس طرح وہ اس عورت کے مکر سے اپنی جان چھڑا سکتا ہے۔ جیسے اس نے شراب پیا مزید کی چاہت بڑھی، اس طرح جب وہ مکمل طور پر عقل وحواس کو کھو بیٹھا تو بقیہ گناہوں کو بھی بہ آسانی انجام دیا۔

شراب پینے کے بعد آدمی کو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس کے ساتھ کیا سلوک اور برتاؤ کر رہا ہے۔ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھی بدتمیزی کر بیٹھتا ہے۔ عزت دار لوگوں کو بے عزت کر دیتا ہے۔ بڑے سے بڑا گناہ اس کو معمولی سمجھ میں آتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اپنی اور اپنی اولاد کی اس گناہ عظیم سے حفاظت کرنی چاہئے۔ اور اس کے قریب جانے سے بچنا چاہئے۔

نشہ کا انسان کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ اس کا تسلسل کے ساتھ استعمال کرنا انسان کو اندر سے کمزور کر دیتا ہے۔ لوگوں کے حقوق اس سے پامال ہوتے ہیں۔ اخلاقی اور سماجی برائیاں عام ہوتی ہیں۔ بالخصوص سماج میں قتل وخون ریزی اور عصمت دری کے واقعات فروغ پاتے ہیں۔ طلاق کا گراف بڑھتا ہے۔ خاندانی نظام درہم برہم ہوجاتا ہے۔ اس وقت گھروں میں جو بیشتر بے اطمینانی دیکھی جاتی ہے اس کے اسباب میں سے نشہ خوری ہے۔ جس کا شوہر یا گھر کا کوئی فرد شراب استعمال کرتا ہے وہاں روزانہ لڑائی اور جھگڑا دیکھا جاتا ہے۔

سماج میں نشہ خوری کے عام ہونے کے بہت سارے اسباب ہیں۔ جن میں شریعت کے احکام ومسائل سے عدم واقفیت، ملحدانہ ذہنیت، والدین کی غفلت، مغرب کی اندھی تقلید، فلم بینی، بیہودہ دوستوں کی مصاحبت، سوشل میڈیا کا بے جا استعمال وغیرہ اہم ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اولاد اور ہمارا معاشرہ نشہ خوری کی لعنت سے پاک ہو اور سماج میں امن وسکون قائم ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ سماج کے باشعور افراد اس کی روک تھام کے لئے کارگر اور مثبت اقدام کریں۔ سب سے پہلے نوجوان نسل کو اسلامی تعلیمات سے بہرور کرنے کی سعی کی جائے۔ والدین تعلیم وتربیت کے تعلق سے اپنی ذمہ داریوں کو پوری امانت کے ساتھ ادا کریں۔ سیرت رسول اور سیرت صحابہ اور ان کے روشن کارناموں کو بچوں کے سامنے بیان کیا جائے۔ فلم اور سوشل میڈیا کے غلط استعمال پر نگاہ رکھی جائے۔ برے دوستوں کو اپنے بچوں سے دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ کوئی بچہ اگر کسی وجہ سے نشہ کا استعمال کرتا ہے تو بروقت اس کو نوٹس لی جائے، نصیحت کی جائے، اس قسم کی غلطی کو معمولی جان کر ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری تساہلی کی وجہ سے معاشرہ فاسد ہو جائے، اور عنداللہ ہم سب مسئول قرار پائیں۔

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ
ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 9 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006
فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا سانحۂ ارتحال عظیم ملی خسارہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کا تعزیتی پیغام

دہلی، ۱۴/اپریل ۲۰۲۳ء: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے اپنی ایک پریس ریلیز میں عظیم بین الاقوامی علمی وادبی شخصیت، رابطہ عالم اسلامی، جدہ کے رکن اساسی اور عالمی رابطہ ادب اسلامی ریاض کے نائب صدر، عالمی شہرت یافتہ دینی درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم ،آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر اور خانوادہ حضرت سید احمد شہید کے گل سرسبد مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کے سانحۂ ارتحال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی وفات کو نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ پوری دنیا کا علمی وادبی خسارہ قرار دیا ہے، جو بھرپور زندگی گزار کر طویل علالت کے بعد گزشتہ روز پونے چار بجے کے قریب لکھنؤ کے ایک ہسپتال میں تقریبا ۹۴ سال کی عمر میں اپنے مولائے حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مولانا موصوف کا عصر حاضر کی مغتنم، محترم اہم اور معروف دینی، علمی اور ادبی شخصیات میں بلند وبالا مقام تھا۔ ہر مکتب فکر میں انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور ان کی خدمات کو سراہا جاتا تھا۔ موصوف زندگی بھر دینی، دعوتی، تصنیفی، صحافتی اور تنظیمی خدمات میں مصروف رہے۔ موصوف نے ہر ملی پلیٹ فارم پر اپنی سنجیدگی ومتانت کے ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ پیرانہ سالی اور مختلف عوارض کے باوجود جب بھی ملت کو مسائل درپیش ہوتے وہ حرکت ونشاط کی تصویر بن جاتے۔ ملی مسائل میں دلچسپی ان کی نکتہ سنجی، سیاسی بصیرت اور علم دوستی معروف تھی۔ انہیں ان کی گراں قدر خدمات کے لئے ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا۔ مرکزی جمعیت کے پروگراموں سے دلچسپی رکھتے تھے اور اس کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کی وفات کی شکل میں ایک ایسا قومی وملی خلا پیدا ہوگیا ہے جس کا پر ہونا بظاہر مشکل نظر آتا ہے لیکن اللہ کی رحمت وفیضان کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

امیر محترم نے اپنے تعزیتی پیغام میں مولانا کے پسماندگان اور جملہ متعلقین سے قلبی تعزیت کی ہے۔ رب العلمین ان کی لغزشوں سے درگذر فرمائے، حسنات کو شرف قبولیت بخشے اور جنت الفردوس کا مکین بنائے نیز پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور ندوۃ العلماء ومسلم پرسنل لاء بورڈ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

شوال ۱۴۴۴ھ کا چاند نظر آ گیا

دہلی: ۲۱/اپریل ۲۰۲۳ء: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق آج مورخہ ۲۹/ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۱/اپریل ۲۰۲۳ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب بمقام اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی میں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی اور رؤیت ہلال ماہ رجب کے سلسلے میں حسب سابق ملک کے اکثر صوبوں کے ذمہ داروں اور ملی تنظیموں سے بذریعہ فون رابطے کیے گئے جس میں کئی صوبہ سے رؤیت ہلال کی مصدقہ ومستند خبر موصول ہوئی۔ بنابریں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا کہ کل مورخہ ۲۲/اپریل ۲۰۲۳ء، بروز ہفتہ، شوال ۱۴۴۴ھ کی پہلی تاریخ ہوگی اور عید الفطر ادا کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	30/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	50/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	204/

جامعہ سلفیہ بنارس (مرکزی دارالعلوم) کے موقر استاد مولانا محمد عبد القیوم مدنی صاحب کا سانحہ ارتحال: یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ جامعہ سلفیہ بنارس (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے مؤقر استاذ مولانا محمد عبد القیوم مدنی صاحب کا بتاریخ ۲۳/رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ مطابق 15/اپریل 2023ء بروز سنیچر، تقریبا ساڑھے نو بجے صبح اچانک حرکت قلب بند ہوجانے کے سبب بعمر تقریبا 65/سال بنارس میں انتقال ہوگیا۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون.**

مولانا محمد عبد القیوم مدنی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ بڑے خلیق وملنسار، دوربیں اور معاملہ فہم انسان تھے۔ ایک مدت تک جامعہ کے مدیر الامتحانات کے منصب پر فائز رہے ۔ آپ نے جامعہ سلفیہ بنارس اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے تحصیل علم کے بعد عملی زندگی کا آغاز شمالی ہند کی معروف دینی دانشگاہ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو سے کیا جہاں آپ ایک مدت تک مدرس رہے۔ پھر مادر علمی جامعہ سلفیہ بنارس کے شعبہ تعلیم وتربیت سے وابستہ ہوگئے اور یہ سلسلہ تادم واپسیں جاری رہا۔ مولانا دہلی کے سفر میں مرکزی جمعیت ضرور تشریف لاتے اور ملاقات اور بات کی کوشش کرتے، مرکز کے ہمہ جہت کاموں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور اس کا برملا اظہار بھی فرماتے تھے۔ ان کا انتقال جامعہ وجماعت کا بڑا خسارہ ہے۔ پسماندگان میں اہلیہ، دولڑکے حنظلہ وفضالہ اور تین لڑکیاں ہیں۔ تدفین اسی دن بعد نمازِ مغرب آبائی وطن بنارس میں عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے، دینی وجماعتی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور جامعہ سلفیہ بنارس کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

شریک غم ودعا گو: اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

جھارکھنڈ کے معروف عالم دین مولانا مفتی محمد جرجیس سلفی صاحب کا مدینہ منورہ میں سانحہ ارتحال: یہ جان کر بے حد رنج وافسوس ہوا کہ جھارکھنڈ کے معروف عالم دین اور جامعہ محمدیہ ڈابھاکیند جھارکھنڈ کے سابق ناظم مولانا مفتی محمد جرجیس سلفی صاحب مورخہ ۲۴/رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۵/اپریل ۲۰۲۳ء کو مدینہ منورہ میں بعمر ۷۵ سال انتقال کرگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو بڑی خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ بڑے خلیق وملنسار، متواضع وخاکسار، علم دوست اور طلبہ نواز تھے۔ دیکھنے میں اور اپنی بات وچار اور پیار واخلاق سے بھولے بھالے نظر آتے تھے اور بزرگی ونیکو کاری کے آثار آپ پر دور سے ہویدا ہوتے تھے۔ علاقے میں آپ مفتی صاحب کے نام سے مشہور تھے اور بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کا آبائی وطن پوکھریا، ضلع دمکا صوبہ جھارکھنڈ تھا۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ میں ہوئی۔ پھر ہندوستان کی معروف دینی درسگاہ مدرسہ فیض عام مئو ہوتے ہوئے جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس پہنچے۔ اور ۱۹۷۱ء میں وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ جامعہ سلفیہ کے ممتاز اور متفوق طلبہ میں سے تھے۔ فراغت کے بعد علاقہ واطراف میں دس سالوں تک درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ پھر تحریک شہیدین اور جدوجہد آزادی کے عظیم مرکز مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ میں مدرس رہے۔ بعد ازاں جامعہ محمدیہ ڈابھاکیند میں بحیثیت مدرس وناظم تدریسی وتربیتی اور انتظامی خدمات انجام دیں۔ دعوت الی اللہ سے آپ کا خاص شغف تھا، اس لیے علاقہ کے ہر چھوٹے بڑے جلسے میں ضرور شریک ہوتے اور خطاب فرماتے تھے۔ راقم سے بڑی محبت کرتے تھے، جمعیت وجماعت کے کاز سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے، مرکزی جمعیت کے پروگراموں میں شرکت فرماتے تھے اور جمعیت کے ہمہ جہت علمی، دعوتی، تعلیمی، تربیتی، تعمیراتی اور رفاہی کاموں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتے اور دعائیں دیتے تھے۔ ماہ رمضان کے اوائل میں عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ گئے تھے۔ آخری عشرے میں ایک دن کے لیے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ جہاں ان کا انتقال ہوگیا۔ اور مورخہ ۲۶ رمضان المبارک مطابق ۱۸/اپریل ۲۰۲۳ کو مدینہ کے بقیع غرقد میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ پسماندگان میں اہلیہ، دولڑکے حافظ عبدالحنان اور حافظ فوزان اور دولڑکیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

شریک غم ودعا گو: اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

انتقال پُر ملال: یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ دارالعلوم ششہنیاں الیدہ پور، یوپی کے موقر استاذ اور صاحب طرز خطیب مولانا غیاث الدین سلفی صاحب ہارٹ اٹیک کے سبب ۸/مئی ۲۰۲۳ کو بعمر تقریبا 56 سال نوگڑھ، یوپی میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**۔ مولانا غیاث الدین سلفی صاحب بڑے خلیق وملنسار تھے۔ آبائی وطن منیہواں، سدھارتھ نگر، یوپی تھا، بعد کے دنوں میں نوگڑھ میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ مولانا مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس سے تحصیل علم کے بعد سے تادم واپسیں درس وتدریس سے وابستہ رہے اور اپنی شعلہ بیاں خطابت سے محافل ومجالس دعوت وارشاد میں لوگوں کے دلوں کو گرماتے رہے۔ پسماندگان میں اہلیہ، تین لڑکے، چھ لڑکیاں، دو بھائی جناب ریاض الدین، جناب سراج الدین اور چار بہنیں ہیں۔ اکثر لڑکیاں عالمہ فاضلہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے، دینی ودعوتی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور دارالعلوم ششہنیاں کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

(شریک غم ودعا گو: اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم وغیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُرزور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پر زور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرماکر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ و روغن کا سامان یا قیمت مہیا کراکے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292